دس عقیدے

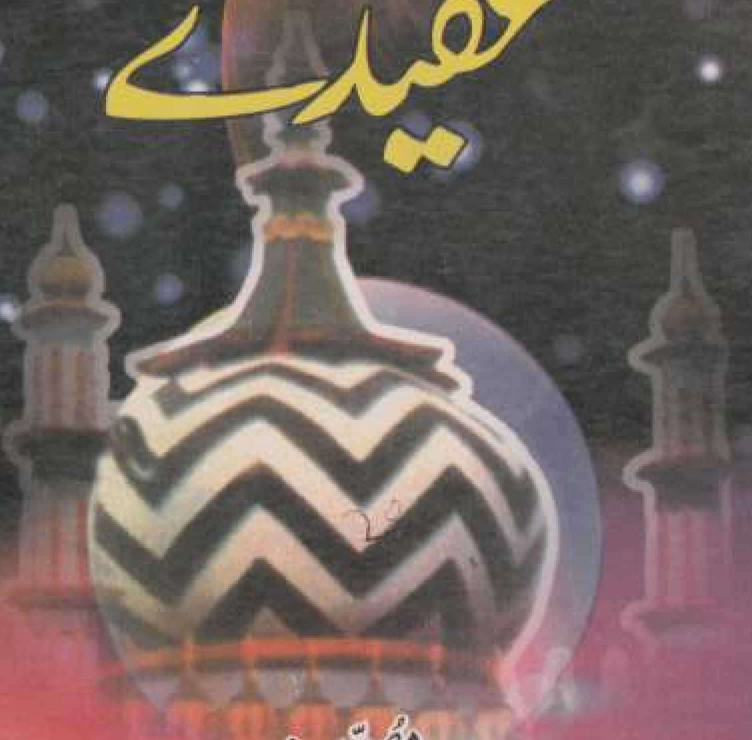

مصنّف:

امام اہلسنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

زیر اہتمام

بزم فیضانِ رضا طلبہ دار العلوم محبوبِ سبحانی

نیول روڈ بازار وارڈ کرلا بمبئی نمبر ۷۰

اہل اسلام، اہل حق، اہل سنت وجماعت

کے سچے معتقدات کے بیان وتبیان پر مشتمل

دس عقیدے

یعنی

رسالہ مبارکہ نافعہ

اعتقاد الاحباب فی الجمیل والمصطفیٰ والآل والاصحاب

۱۲۹۸ھ

تصنیف لطیف 15

امام اہلسنت، مجدد دین وملت، مؤید ملت طاہرہ اعلیٰ حضرت مولٰنا الشاہ

احمد رضا خان صاحب قادری برکاتی بریلوی قدس اللہ تعالیٰ سرہ وافاض علینا نورہٗ

تزئین و ترتیب

خلیل العلماء مفتی محمد خلیل خان القادری البرکاتی المارہری

دار العلوم احسن البرکات حیدرآباد پاک

نام کتاب ـــــ دس عقیدے (اعتقاد الاحباب فی الجمیل والمصطفیٰ والآل والاصحاب)

مصنف ـــــ امام اہلسنت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی رضی اللہ عنہ

ضخامت ـــــ ۸۸ صفحات

تعداد ـــــ گیارہ سو

سن اشاعت بار اول ـ جولائی ۱۹۸۸ء پاکستان

بار دوم ـــــ مئی ۲۰۰۱ء انڈیا

ناشر

بزم فیضان رضا کرلا

نیومل روڈ بازار وارڈ کرلا بمبئی

نمبر ۷۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی ونسلم علیٰ رسولہ الکریم

خدا در انتظار حمد ما نیست ——— محمد چشم بر راہ ثنا نیست

خدا مدح آفرینِ مصطفیٰ بس ——— محمد حامدِ حمدِ خدا بس

مناجاتے اگر باید بیاں کرد ——— بہ بیتے ہم قناعت می تواں کرد

محمد! از تو می خواہم خدا را

الٰہی از تو، حبِّ مصطفیٰ را

الحمد للہ رب العالمین۔ والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین۔ وآلہ الطیبین الطاہرین۔ وصحبہ المکرمین المعظمین۔ واولیاء امتہ وعلماء ملتہ وعلینا معہم اجمعین

۷۸۶/۹۲

بزمِ فیضانِ رضا

"بزمِ فیضانِ رضا" دار العلوم محبوب سبحانی کرلا ممبئی نمبر ۷۰ کے ان فیروز مند اور خوش بخت طلبہ کا ترویجی واشاعتی ادارہ ہے جن کے دلوں میں قوم وملت کا درد ہے۔ چونکہ آج کے اس پرفتن دور میں مختلف گمراہ فرقے اسلام وسنیت کی صورت مسخ کرنے کیلئے اپنے لٹریچروں سے باطل نظریات وعقائد کو فروغ دینا چاہتے ہیں اس کے پیش نظر یہاں کے متحرک وفعال طلبہ نے ایک اشاعتی ادارہ کے قیام کی شدید ضرورت محسوس کی اور سنہ ۱۹۸۳ء میں دار العلوم کے حوصلہ مند وباذوق طلبہ نے بزمِ فیضانِ رضا قائم کیا اور اس کا بار اپنے دوش ناتواں پر اٹھایا تاکہ علماء اہلسنت بالخصوص امام عشق ومحبت تاجدار اہلسنت سیدنا اعلیحضرت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رسائل شائع کرکے فرزندان اسلام تک پہونچائیں اور قوم مسلم کو گمراہی سے بچائیں۔ چنانچہ بزمِ فیضانِ رضا دار العلوم کے اساتذہ وارکین جماعت المستفیین کی نگرانی میں ترقی کی راہ پر گامزن ہے اور تقریباً ہر سال اس کی جانب سے اکابر علماء اہلسنت کی کتابیں شائع ہوتی ہیں اب تک اس کی طرف سے مندرجہ ذیل کتابیں زیور طبع سے آراستہ ہوکر منظر عام پر آچکی ہیں

(۱) برکات الامداد — از امام احمد رضا قدس سرہ العزیز
(۲) اظہار الحق الجلی — " " " "
(۳) میلاد مصطفےٰ — " " " "

(۴) سید المرسلین ____ از امام احمد رضا قدس سرہ العزیز
(۵) کتاب التراویح ____ از غزالی دوراں پاکستان
(۶) فاضل بریلوی اور امور بدعت ____ از سید فاروق القادری
(۷) اندھیرے سے اجالے تک ____ از علامہ اشرف قادری پاکستان
(۸) مسائل سبعہ ____ از مفتی رضوان الرحمٰن مالوی
(۹) قیامت ____ از پروفیسر مسعود احمد قادری پاکستان
(۱۰) مدار نجات ____ از مولانا رضوان احمد
(۱۱) رضا کوئز بک ____ از پروفیسر حافظ شکیل اوج پاکستان

اس کے علاوہ "دس عقیدے" جو عنقریب دیدہ زیب ٹائیٹل میں منظر عام پر آرہی ہے ادارہ کا یہ اشاعتی پروگرام قابل صد آفریں ہے۔ اس کی بھرپور حوصلہ افزائی ہونا چاہئیے۔ طلبۂ دار العلوم کی ہمت افزائی کرنا ملت کے تمام افراد کی مذہبی واخلاقی ذمہ داری ہے بلاشبہ طلبہ مبارکباد کے مستحق ہیں مخلصین اہلسنت وجماعت کو چاہیئے کہ طلبہ کو ہر ممکن تعاون پیش کریں اور ہر موڑ پر حوصلہ افزائی کرتے رہیں۔ مولیٰ تعالیٰ ہم طلبہ کی غیبی مدد فرماکر اہلسنت کا مبلغ اور دین وملت کا مجاہد بنائے اور ادارہ کو دن بدن عروج وارتقاء کے منازل سے سرفراز فرمائے
آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

خاکسار
محمد خورشید رضا قادری

پیش لفظ

فقیہ عصر حضرت علامہ ومولانا مفتی سید شاکر حسین سیفی مصباحی
ابن سید سیف اللہ شاہ قادری
صدر شعبہ وافتاء دارالعلوم محبوب سبحانی، کرلا ممبئی

مذہب اسلام میں ایمان ایک ایسی مستحکم بنیاد ہے جس پر اعمالِ خیر کی عمارت قائم کی جاتی ہے یہاں تک کہ اس کے بغیر عبادات کا تصور ہواؤں میں محل تعمیر کرنے کے مترادف ہے---اور آخرت میں ان پر ثواب کی امید کسی خوابِ پریشاں سے کم نہیں جس کی کوئی تعبیر نہیں ہوتی۔ جس طرح ایک پیاسا مسافر دھوپ میں چمکتی ہوئی ریت کو پانی سمجھ کر بڑی عجلت میں اس کے قریب پہنچتا ہے تو سوائے یاس وحسرت کے کچھ نہیں پاتا بلکہ مزید ذہنی الجھن میں مبتلا ہو جاتا ہے، ایسے ہی ایک بے ایمان خوش فہم عامل کا حال ہے جو اپنے اعمال کی جھوٹی جگمگاہٹ پر جزاءِ خیر کی آس لگائے ہوئے آخرت میں پہنچتا ہے مگر ناامیدی کی کربناکیوں اور جہنم کی ہولناکیوں کے سوا کچھ نصیب نہیں ہوتا----

عقیدہ وایمان کی اسی بنیادی حیثیت کو اجاگر کرنے کے لئے قرآن پاک میں ہر جگہ اسے عمل صالح پر مقدم رکھا گیا ہے مثلاً سورۂ عصر میں رب تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿والعصر ان الانسان لفی خسر الا الذین امنوا و عملوا الصالحات﴾

''اس زمانہ محبوب کی قسم بے شک آدمی ضرور نقصان میں ہے مگر جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے۔'' (کنزالایمان)

اسی طرح سورہ والتین میں ارشاد ہے:

﴿لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم. ثم رددنه اسفل سافلین. الا الذین امنوا و عملوا الصالحات فلهم اجر غیر ممنون.﴾

''بے شک ہم نے آدمی کو اچھی صورت پر بنایا پھر اسے ہر نیچی سے نیچی حالت کی طرف پھیر دیا مگر جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے کہ انہیں بے حد ثواب ہے۔'' (کنزالایمان)

اس کے برخلاف ایمان کے بغیر عمل کرنے والوں کے متعلق وعید نازل فرمائی۔ مثلاً سورہ غاشیہ میں وارد ہے:

﴿وجوه یومئذ خاشعة عاملة ناصبة تصلی نارا حامیة تسعی من عین انیه.﴾

''کتنے ہی منہ اس دن ذلیل ہوں گے کام کریں، مشقت جھیلیں، جائیں بھڑکتی آگ میں نہایت جلتے چشمے کا پانی پلائے جائیں۔ (کنزالایمان)

عقیدہ وایمان کی بنیادی اہمیت کے پیش نظر اسلام نے ان کے تحفظ کا بھی خاص اہتمام فرمایا، بری صحبتوں سے بچنے کی ترغیب فرمائی بالخصوص مبتدع کی صحبت سے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿و اما ینسینک الشیطان فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین.﴾

''اور اگر شیطان تجھے بھلا دے تو یاد آنے پر ظالموں کے پاس مت بیٹھو۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

﴿ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار﴾

''ظالموں کی طرف میل نہ کرو کہ تمہیں دوزخ کی آگ چھوئے، بدمذہبوں،

گمراہوں کے بارے میں حدیثِ رسول ﷺ میں وارد ہے:

﴿فلا تجالسوھم و لا تشاربوھم و لا تاکلوھم و لا تناکحوھم.﴾

''تم ان کے ساتھ نہ بیٹھو، نہ پیو، نہ کھاؤ، نہ نکاح کرو۔''

نیز ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

﴿ایاکم و ایاھم لا یفتنونکم و لا یضلونکم﴾

''بدمذہبوں سے دور رہو اور انہیں اپنے سے دور رکھو، کہیں وہ تمہیں فتنے میں نہ ڈال دیں، کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کردیں۔''

ایمان کیا چیز ہے یہ سمجھنا بھی بہت ضروری ہے۔ کچھ لوگ سمجھتے ہیں کہ ایک بار لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی شہادت دے دو، کافی ہے پھر جو جی میں آئے کہو یا کرو، ایمان میں کچھ خلل نہیں آتا، اس خیالِ خام کی وجہ سے اس قدر لاپرواہ ہو جاتے ہیں کہ کفر سرزد ہونے کے باوجود توبہ کی ضرورت محسوس نہیں کرتے بلکہ اپنے سچے پکے مسلمان ہونے پر انہیں ناز بھی رہتا ہے، اور اپنے اقوال و افعال کی بے جا تاویلات میں وقت ضائع کرتے ہیں--- ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی کا کفر منکشف ہونے کے باوجود اس کے دیگر کاموں یا کارناموں کی طرف نظر کرتے ہوئے اسے کافر نہیں سمجھا جاتا اور بات آتی ہے تو کہتے ہیں، ہم اسے کافر کیسے کہیں، اس نے فلاں کارنامہ انجام دیا، وہ نماز پڑھتا ہے، روزہ رکھتا ہے، زکوٰۃ دیتا ہے، حج کرتا ہے وغیرہ حالانکہ یہ نظریۂ اسلام کے سراسر خلاف ہے کیونکہ قرآن و حدیث کا اعلان کہ کفر سرزد ہونے کے بعد کسی بات کا اعتبار نہیں کیا جائے گا، یہاں تک کہ توبہ کرکے پھر سے اسلام لائے--- اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿قل أبا للّٰہ و ایتہ و رسولہ کنتم تستھزؤن لا تعتذروا قد کفرتم بعد ایمانکم ﴾

''تم فرماؤ کیا اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ہنستے ہو۔ بہانے نہ بناؤ تم کافر ہو چکے مسلمان ہوکر۔ (کنزالایمان)

تفسیر خزائن العرفان میں آیتِ مذکورہ کے تحت ہے:

''غزوہ تبوک میں جاتے ہوئے منافقین کے تین نفروں میں سے دو رسول کریم ﷺ کی نسبت تمسخراً کہتے تھے کہ ان کا خیال ہے کہ یہ روم پر غالب آجائیں گے کتنا بعید خیال ہے اور ایک نفر بولتا تو نہ تھا مگر ان باتوں کو سن کر ہنستا تھا۔ حضور نے ان کو طلب فرما کر ارشاد فرمایا کہ تم ایسا ایسا کہہ رہے تھے۔ انہوں نے کہا ہم راستہ کاٹنے کے لئے ہنسی کھیل کے طور پر دل لگی کی باتیں کر رہے تھے، اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی اور ان سے وہ عذر و حیلہ قبول نہ کیا گیا-----''

ایک اور ارشادِ الٰہی ملاحظہ ہو:

﴿ولقد قالوا کلمۃ الکفر و کفروا بعد اسلامھم﴾

''اور بے شک ضرور انہوں نے کفر کی بات کہی اور اسلام میں آکر کافر ہوگئے۔'' (کنزالایمان)

اس آیتِ کریمہ کی شانِ نزول کے بارے میں صدر الافاضل علامہ نعیم الدین مرادآبادی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

''امام بغوی نے کلبی سے نقل کیا کہ یہ آیت جلاس ابن سوید کے حق میں نازل ہوئی۔ واقعہ یہ تھا کہ ایک روز سید عالم ﷺ نے تبوک میں خطبہ فرمایا۔ اس میں منافقین کا ذکر کیا اور ان کی بدحالی اور بدمالی کا ذکر فرمایا۔ یہ سنکر جلاس نے کہا کہ اگر محمد ﷺ سچے ہیں تو ہم لوگ گدھوں سے بدتر۔ جب حضور مدینہ تشریف لائے تو عامر ابن قیس نے حضور سے جلاس کا مقولہ بیان کیا۔ جلاس نے انکار کیا اور کہا یا رسول اللہ عامر نے مجھ پر جھوٹ

بولا۔ حضور نے دونوں کو حکم فرمایا کہ ممبر کے پاس قسم کھائیں۔ جلاس نے بعد عصر ممبر کے پاس کھڑے ہو کر اللہ کی قسم کھائی کہ اس نے ایسی بات نہیں کہی اور عامر نے اس پر جھوٹ بولا۔ خود عامر نے کھڑے ہو کر قسم کھائی کہ بیشک یہ مقولہ جلاس نے کہا اور میں نے اس پر جھوٹ نہیں بولا پھر عامر نے ہاتھ اٹھا کر اللہ کے حضور میں دعا کی یارب اپنے نبی پر سچے کی تصدیق نازل فرما۔ ان دونوں کے جدا ہونے سے پہلے ہی حضرت جبرئیل یہ آیت لے کر نازل ہوئے۔ آیت میں فان یتوبوا یک خیرا لھم سن کر جلاس کھڑے ہو گئے اور عرض کیا یارسول ﷺ اللہ نے مجھے توبہ کا موقع دیا۔ عامر بن قیس نے جو کچھ کہا سچ کہا۔ میں نے وہ کلمہ کہا تھا اور میں توبہ واستغفار کرتا ہوں۔ حضور نے ان کی توبہ قبول فرمائی اور وہ توبہ پر ثابت رہے۔" (تفسیر خزائن العرفان)

مذکورہ قرآنی آیات اور ان کی تفسیروں سے یہ بات واضح ہو گئی کہ ایک آدمی ایمان لانے کے بعد بھی کسی کلمۂ کفر کے ارتکاب سے کافر ہو جاتا ہے اور ایسی صورت میں بے جا عذر خواہی، تاویلات کی گرما گرمی کوئی فائدہ نہیں دیتی۔ صرف توبہ وتجدید ایمان ہی نجات کا واحد راستہ ہے۔ بعض منافقین اور حضرت جلاس ابن سوید کا واقعہ ببانگ دہل یہ اعلان کر رہا ہے کہ:

دیکھو مجھے جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو
میری سنو جو گوشِ حقیقت نویش ہے

آج کل بدمذہب وگمراہ فرقوں کا حال یہ ہے کہ اولاً تو وہ ان کلماتِ کفریہ جوان کے پیشواؤں نے کہے یا لکھے سرے سے قصداً ان کا انکار کر دیتے ہیں اور جب کتابیں کھول کر سامنے رکھ دی جاتی ہیں تو بے جا تاویلات کا طریقۂ کار اپنا کر عوام الناس کو

گمراہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور اپنی نماز وروزے کی دھونس جما کر انہیں بے وقوف بناتے ہیں۔ نہ جانے کتنے لوگ اس دامِ فریب میں آ چکے اور ابھی تک یہ پھسلانے کا سلسلہ جاری ہے۔ بڑے تعجب کی بات ہے جب حضور اکرم ﷺ کی معیت وصحبت اور آپ کی اقتدا میں پڑھی جانے والی نماز کسی کو کلمۂ کفر سرزد ہونے کے بعد کافر ہونے سے نہ بچا سکی تو آج کلمۂ کفر کا ارتکاب کرنے والوں کو توبہ کے بغیر نماز وروزہ کی بنیاد پر کیسے مسلمان مانا جا سکتا ہے۔

ناطقہ سر بگریباں ہے، اسے کیا کہیئے
خامہ انگشت بدنداں ہے، اسے کیا لکھئے

ایمان وکفر کے متعلق بہارِ شریعت حصہ اوّل میں حضور صدر الشریعہ تحریر فرماتے ہیں:

"ایمان اسے کہتے ہیں کہ سچے دل سے ان سب باتوں کی تصدیق کرے جو ضروریات دین ہیں اور کسی ایک ضروریات دین کے انکار کو کفر کہتے ہیں۔" (بہار شریعت)

خیال رہے کہ جو ضروریات دین کی تفاصیل سے واقف نہ ہو اس کے لئے ان سب پر اجمالاً تصدیق کافی ہے۔ ان میں سے کسی ایک کا بھی انکار کفر کی وادیوں میں دھکیل دے گا۔ البتہ زبان ضروریات دین کے اقرار کی جہاں تک بات ہے تو اس کے بارے میں حضور صدر الشریعہ قدس سرہ فرماتے ہیں:

"رہا اقرار اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر تصدیق کے بعد اس کو اظہار کا موقع نہ ملا تو عنداللہ مومن ہے اور اگر موقع ملا اور اس سے مطالبہ کیا گیا اور اقرار نہ کیا تو کافر اور اگر مطالبہ نہ کیا گیا تو احکامِ دنیا میں کافر سمجھا جائے گا نہ اس کے جنازے کی نماز پڑھیں گے نہ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کریں گے مگر عنداللہ مومن ہے اگر کوئی امر خلاف اسلام ظاہر نہ کیا ہو----"

علاوہ ازیں اعمالِ بدنیہ جیسے نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج وغیرہ اصلاً جزءِ ایمان نہیں ہیں لیکن بعض اعمال جو قطعاً ایمان کے منافی ہیں، ان کے مرتکب کی تکفیر کی جائے گی مثلاً بت کو سجدہ کرنا، مصحف شریف یا خانہ کعبہ یا کسی نبی کی توہین کرنا وغیرہ---اسی طرح بعض اعمال کفر کی علامت ہیں مثلاً زنار باندھنا، قشقہ لگانا، سر پر چوٹیا رکھنا، کندھے پر صلیب رکھنا وغیرہ ایسے افعال کے مرتکب کو فقہاءِ کرام کافر کہتے ہیں۔ جب ان اعمال سے کفر لازم آتا ہے تو ان کے مرتکب کو توبہ تجدیدِ ایمان اور تجدیدِ نکاح کا حکم دیا جائے گا---

عام طور پر کسی سے جب قولاً یا فعلاً کوئی کفر سرزد ہوتا ہے تو کہتا ہے کہ میں نے دل میں نیت نہیں کی---میں نے مذاق کے طور پر کہا یا کیا تھا---میں نے یوں ہی کہا، کیا کیا تھا---میں نے سیاسی مصلحت کے پیش نظر ایسا کہا یا کیا تھا، حالانکہ یہ سارے بہانے بے سود ہیں۔ البتہ اکراہ شرعی کی صورت میں کوئی گرفت نہیں---قرآن میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿من کفر باللہ من بعد ایمانہ الا من اکرہ و قلبہ مطمئن بالایمان و لکن من شرح صدرا فعلیھم غضب من اللہ و لھم عذاب عظیم﴾

"جو ایمان لا کر منکر ہو سوا اس کے جو مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر جما ہوا ہو ہاں وہ جو دل کھول کر کافر ہو ان پر اللہ کا غضب ہے، ان کو بڑا عذاب ہے۔" (کنز الایمان)

میں نے کئی سال پہلے ایک فتویٰ تحریر کیا تھا جس میں بلا اکراہ شرعی کلمۂ کفر سرزد ہونے کی چار صورتوں کا ذکر اور ہر ایک کا علیحدہ علیحدہ حکم بیان کیا گیا ہے یہاں اس کی نقل پیش کرنا فائدہ سے خالی نہیں، ملاحظہ ہو:

"اگر کلمۂ کفر کا خروج بے قصد وارادہ صرف خطأً ہوا کہ کہنا کچھ اور چاہتا تھا اور بے اختیار کلمۂ کفر نکل گیا تو اس صورت میں بالاتفاق وہ کافر نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا﴾

اللہ کے رسول ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: "رفع عن امتی الخطأ و النسیان و ما استکرھوا علیہ---شرح فقہ اکبر بحوالۂ فتاویٰ قاضی خاں اور بحر الرائق میں بھی اسی کے مثل ہے: بان الخاطی اذ جری علی لسانہ کلمۃ الکفر خطأ لم یکن ذلک کفرا عند الکل---- فتاویٰ عالمگیری میں خطا کی تشریح اس طرح ہے: بان کان یرید ان یتکلم بما لیس بکفر فجری علی لسانہ کلمۃ الکفر خطأ---لہٰذا قائل پر تجدیدِ ایمان وتجدیدِ نکاح پر کچھ لازم نہیں----

اور اگر بالاختیار و بلا اضطرار کلمۂ کفر بکا اور وقتِ تکلم اس کا کلمۂ کفر ہونا جانتا ہے تو بالاتفاق عند اللہ وعند الناس کافر مرتد ہے۔ اگر چہ دل مطمئن بالایمان ہونے کا دعویٰ کرے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿من کفر باللہ من بعد ایمانہ الا من اکرہ و قلبہ مطمئن بالایمان و لکن من شرح صدرا علیھم غضب من اللہ--﴾ بحر الرائق میں ہے: ﴿من تکلم بھا عالما عامدا کفر عند الکل---فتاویٰ عالمگیری میں ہے: ﴿رجل کفر بلسانہ طائعا و قلبہ مطمئن بالایمان یکون کافرا و لا یکون عندا للہ مومنا کذا فی فتاوی قاضی خان﴾ شرح فقہ اکبر میں ہے ﴿انہ اذا تکلم بکلمۃ الکفر عالما بمعناھا و لا یعتقد معناھا و لکن صدر عنہ من غیر اکراہ بل مع طواعیۃ فی تادیتہ فانہ یحکم علیہ بالکفر--﴾

اور اگر ہزل ومزاح کے طور پر کلمۂ کفر بکا، اگرچہ اس کا اعتقاد نہ رکھتا ہو، وہ بھی بالاتفاق کافر ومرتد ہے ﴿قال اللہ تعالی أباللہ و ایاته و رسوله کنتم تستهزؤن لا تعتذر و قد کفرتم بعد ایمانکم﴾--- بحر الرائق و الحاصل ان من تکلم بکلمة الکفر هازلا او لاعبا کفر عند الکل و الا اعتبار باعتقاده کما صرح به قاضی خان فی فتاواه--- ﴾ درمختار میں ہے: ﴿و فی الفتح من هزل بلفظ الکفر ارتدو ان لم یعتقد للاستخفاف فهو ککفر العناد﴾ فتاویٰ عالمگیری میں ہے: ﴿الهازل و المستهزئ اذاتعلم بکفر استخفافا و استهزاء و مزاحا یکون کفر عندالکل و ان کان اعتقاده خلاف ذلک---- ﴾ بحوالۂ فتاویٰ قاضی خان شرح فقہ اکبر ملا علی قاری قدس سرہ نے فرمایا بخلاف الهازل لانه یقول قصداً ان دونوں صورتوں میں اس کی بیعت ٹوٹ گئی اور اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل گئی۔ اس پر توبہ وتجدیدِ ایمان فرض ہے، توبہ واسلام کے بعد تجدیدِ نکاح وتجدیدِ بیعت کرے۔ تنویر الابصار درمختار میں ہے۔ (و یبطل منه)اتفا ما یعتمد الملة --ردالمحتار میں ہے ﴿ای ما یکون الاعتماد فی صحته علیٰ کون فاعلة معتقداً ملة من الملل--- ﴾ اگر حالتِ ارتداد سے پہلے حج کر چکا تھا اور بعد توبہ وتجدیدِ ایمان اگر غنی ہے اور حج پر قادر ہے تو پھر سے حج کرنا فرض ہے۔ البتہ نماز، روزہ اور زکوٰۃ وغیرہ کا اعادہ نہیں کرے گا--- بحر الرائق میں ہے ﴿وفی الخلاصة من ارتد ثم اسلم و هو قد حج مرة فعلیه ان یحج ثانیا و لیس علیه اعادة الصلوٰت الذکوٰت و الصیامات ﴾، تنویر الابصار میں ہے: ﴿ما

أدی منها یبطل و لا یقضی الا الحج ﴾ پھر درمختار میں ہے ﴿لانه بالردة کالکافر الاصلی فاذا اسلم و هو غنی فعلیه الحج فقط--- اور چوتھی صورت یہ ہے کہ اگر بالاختیار کلمے کفر بکا مگر یہ نہیں جانتا کہ یہ کلمۂ کفر ہے تو ایسے شخص کی تکفیر میں علماءِ عظام کا اختلاف ہے۔ بحر الرائق میں ہے اور اسی کو صاحبِ ردّ المحتار نے بھی نقل کیا ہے ﴿و من تکلم بها اختیارا جاهلا بانها کفر ففیه اختلاف﴾ مگر عامۂ علماء نے اس کی تکفیر کی۔ فتاویٰ عالمگیری اور یوں ہی خلاصہ میں ہے: ﴿من اتی بلفظ الکفر و هو لم یعلم انها کفر الا انه اتی بها عن اختیار یکفر عند عامة العلماء خلافا للبعض و لا یعذر بالجهل﴾ اور جس کے کفر میں اختلاف ہو اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔ بحر الرائق میں ہے: ﴿ل یفتی بتکفیر مسلم کان فی کفر اختلاف و لو روایة ضعیفة باختصار--- ﴾ مگر جس کے کافر ہونے میں علماء کا اختلاف ہو، اس پر توبہ وتجدید ایمان واجب ہے۔ بیوی رکھتا ہو تو تجدید نکاح بھی اور اگر وہ مرید تھا تو تجدید بیعت بھی کرے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے: ﴿ما کان فی کفره اختلافا فان قائله یؤمر بتجدید النکاح و بالتوبة و الرجوع عن ذلک بطریق الاحتیاط و اللہ تعالیٰ اعلم﴾

اس دور میں ایمان کا تحفظ بڑا مشکل مسئلہ بن رہ گیا ہے۔ ایک طرف بدمذہب و گمراہ فرقے طرح طرح کی پھبتی پکا کر دعوت قلب ونظر کے بہانے مسلمانوں کا شکار کر رہے ہیں تو دوسری طرف ذرائع لہوولعب، دن دہاڑے ایمان پر ہاتھ کی صفائی دکھا رہے ہیں مثلاً فلمی گیت جو عوام الناس میں بہت مقبول ہیں۔ لوگ عام دنوں اور

بالخصوص خوشیوں کے موقع پر بڑے ہی شوق سے سنتے سناتے ہیں بلکہ خود بھی چلتے پھرتے گاتے رہتے ہیں۔ ان میں بعض گیت کفر پر مشتمل ہوتے ہیں۔ ہمارے بعض جاہل دینی معلومات نہ ہونے کی وجہ سے ایسے گیت گانے اور سننے میں کوئی قباحت محسوس نہیں کرتے۔ اگر انہیں عقائدِ اسلامیہ سے واقفیت ہوتی تو ان کا تصور کرنا بھی گناہ سمجھتے۔ اس سلسلے میں شارح بخاری مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمۃ والرضوان ایک فتویٰ اکتوبر ۱۹۹۸ء کے ماہنامہ ''اشرفیہ'' میں شائع ہوا تھا، اس کی ضرورت و افادیت کے پیش نظر ہم اسے بعینہ ذیل میں نقل کرتے ہیں:

''کیا فرماتے ہیں علماءِ دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ کچھ نوجوان مسلم مندرجہ ذیل اشعار بہت شوق سے گاتے ہیں۔ اب یہ نہیں معلوم کہ ان اشعار کے مفہوم کا عقیدہ بھی رکھتے ہیں یا یوں ہی صرف زبان پر لاتے ہیں۔ بہر صورت شریعت طاہرہ کی روشنی میں ان پر کیا احکام لاگو ہوں گے۔ وہ اشعار یہ ہیں:

(۱) حسینو کو آتے ہیں کیا کیا بہانے
خدا بھی نہ جانے تو ہم کیسے جانیں

(۲) خدا بھی جب زمیں پر آسماں سے دیکھتا ہوگا
میرے محبوب کو کس نے بنایا سوچتا ہوگا

(۳) رب نے بھی مجھ پر ستم کیا کیا ہے
سارے جہاں کا غم مجھے دے دیا ہے

(۴) پھولوں سا چہرہ ترا، کلیوں سی مسکان ہے
رنگ ترا دیکھ کر، روپ تیرا دیکھ کر قدرت بھی حیران ہے

(۵) کتنا حسین چہرہ کتنی پیاری آنکھیں
کتنی پیاری آنکھیں ہیں، آنکھوں سے چھلکتا پیار
قدرت نے بنایا ہوگا، فرصت سے تجھے میرے یار

(۶) او میرے ربا ربا رے ربا یہ کیا غضب کیا
جس کو بنانا تھا لڑکی، اس کو لڑکا بنادیا

(۷) اب آگے جو بھی ہو انجام دیکھا جائے گا
خدا تراش لیا اور بندگی کرلی

نیز کیا ان گانوں کو کیسٹوں کے ذریعہ سننا بھی گناہ ہے؟

الجواب

﴿ جتنے اشعار سوال میں درج کیے گئے ہیں سب میں کوئی نہ کوئی کفر صریح ہے۔ جو لوگ ان اشعار کو پڑھتے ہیں، وہ سب کے سب اسلام سے خارج ہو کر کافر و مرتد ہو گئے۔ ان کے تمام نیک اعمال اکارت ہو گئے۔ ان کی بیویاں نکاح سے نکل گئیں۔ ان سب پر فرض ہے کہ فوراً بلا تاخیر ان اشعار میں جو کفریات ہیں، ان سے توبہ کرلیں۔ کلمہ پڑھ کر پھر سے مسلمان ہوں۔ اپنی بیوی کو رکھنا منظور ہو تو ان سے دوبارہ نئے مہر کے ساتھ نکاح کریں۔ ایسی کیسٹس جن میں ایسے کفریہ اشعار ہوں، ان کو بجانا حرام سخت حرام منجر الی الکفر ہے اور ان کیسٹوں کو سننا بھی حرام بلکہ ایسی کیسٹوں کو ضائع کردینا فرض، اگر معاذ اللہ ایسے کفری اشعار کی کیسٹوں کو پسندیدہ اور اچھی سمجھ کر لگایا یا کسی نے ان اشعار کو سن کر پسند کرلیا تو وہ بھی کافر ہوجائے گا۔ رضا بالکفر کفر ہے۔ ارشاد ہے: انکم اذاً مثلھم اب اشعار مذکورہ بالا کے کفریات شمار کریں۔ یہ کہنا کہ ''خدا بھی نہ جانے'' کفر ہے۔ یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ

سوچتا ہوگا کہ میرے محبوب کو کس نے بنایا، اس میں تین کفر ہیں۔ اوّل یہ کہ اس جاہل کے محبوب کو اللہ نے نہیں بنایا۔ دوسرے کس نے بنایا اسے معلوم نہیں۔ تیسرے یہ کہ سوچتا ہوگا نیز پہلے مصرع میں بھی کفر ہے کہ جب دیکھتا ہوگا مطلب یہ ہوتا ہے کہ زمین ہمیشہ اس کی قوت بصر کے احاطے میں نہیں بلکہ جب زمین پر دیکھے تو زمین کے احوال اسے معلوم ہو جائیں، اس میں ایک کفر تو یہ ہے کہ لازم آئے گا کہ اللہ عزوجل کا بصیر ہونا اس کی صفت قدیم نہیں حادثہ ہے۔ دوسرے یہ کہ زمین کی اشیاء اور ان کے احوال کا ہمیشہ علم نہیں رکھتا ہے---یہ کہنا کہ رب نے مجھے رستم کیا۔ اللہ عزوجل کو ظالم بنانا ہے جو صریح کفر ہے۔ یہ کہنا کہ قدرت بھی حیران ہے، کفر ہے، یہ کہنا کہ قدرت نے تجھے فرصت سے بنایا ہوگا کفر ہے۔ یہ کہنا کہ جس کو لڑکی بنانا تھا لڑکا بنادیا۔ یہ اللہ عزوجل پر اعتراض ہونے کی وجہ سے کفر ہے۔ پھر اس کو غضب کہنا۔ دوسرا کفر ''خدا تراش لیا اور بندگی کرلی'' میں دو کفر ہیں، مخلوق کو خدا کہنا پھر اس کی بندگی کرنا، اس قسم کے کفریہ اور بیہودہ اشعار اگر کوئی گائے پڑھے تو وہ بہر حال کافر، اگر چہ وہ کہے کہ یہ میرا اعتقاد نہیں کفر بکنے کے بعد یہ بہانہ کام نہیں دے گا۔ اسی لئے ہر مسلمان مرد وعورت پر فرض ہے کہ وہ علم دین حاصل کرے، کفر اور اسلام کو پہچانے، ضروریاتِ دین اور ضروریات اہل سنت سے واقفیت رکھے تاکہ ایسی غلطی نہ ہونے پائے کہ آدمی کا ایمان ہی جاتا رہے اور اشعار کے سلسلے میں بہت احتیاط کرنی چاہئے۔ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا: ﴿والشعراء یتبعهم الغاؤن الم تر انهم فی کل واد یهیمون و انهم یقولون مالا یفعلون﴾ اور شاعروں کی پیروی گمراہ کرتے ہیں کیا تم نے نہ دیکھا کہ وہ ہر نالے میں سرگرداں پھرتے ہیں اور وہ کہتے ہیں جو نہیں کرتے۔﴾

(سورۂ شعراء، آیت: ۲۲۶) (ماہنامہ اشرفیہ، اکتوبر ۱۹۹۸ء)

یہ چند مثالیں ہیں نہ جانے ایسے کتنے گانے ہوں گے نہ جانے کتنے لوگ انہیں گا کر یا رضا اور رغبت کے ساتھ سن کر ایمان کی دولت گنوا بیٹھے ہوں گے۔ ابھی یہ سلسلہ جاری ہے۔ ہر مسلمان پر اپنے ایمان کی حفاظت ہر فرض سے اہم فرض ہے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ عقائدِ اسلامیہ جانیں پہچانیں۔ اسی ضرورت کے پیش نظر طلبہ دارالعلوم محبوب سبحانی، کرلا، ممبئی کی تنظیم بزم فیضان رضائے اعلیٰ حضرت تاجدار اہل سنت امام احمد رضا محدث بریلوی کی کتاب نایاب ''دس عقیدے'' اور ''گستاخ رسول کی شرعی سزا'' کو زیور طبع سے آراستہ کیا ہے۔ اس دور میں ایسی کتاب کا مطالعہ نہایت ضروری ہے جو پڑھ نہیں سکتے ان کو چاہئے کہ دوسرے سے پڑھوا کر سمجھیں اور یاد رکھیں۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان طلبہ کے حوصلوں کو بلند فرمائے۔ ان سے دین کا بڑے سے بڑا کام لے اور ان کی اس کوشش کو قبول فرما کر دنیا و آخرت میں اس کی برکتیں ظاہر فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ و بارک علیہ والہ واصحابہ اجمعین۔

سید شاکر حسین سیفی سید سیف اللہ شاہ قادری

۸/مئی ۲۰۰۱ء

کلماتِ عالیہ

۱۵

رئیس القلم حضرت علامہ مولانا یٰسین اختر صاحب مصباحی

بانی و مہتمم دار القلم، ذاکر نگر، نئی دہلی

کتاب و سنت کی روشنی میں علماءِ اسلام کے بیان کردہ معتقدات و اعمال کے مجموعہ کا نام اسلام ہے اور انہیں مان کر اپنے آپ کو ان کے سانچے میں ڈھل جانے والوں کو مسلمان کہا جاتا ہے۔ معتقدات کی حیثیت روح کی ہے اور اعمال بمنزلہ جسم ہیں۔ صحتِ عقائد بنیادی چیز ہے اور حسنِ اعمال در و دیوار اور رنگ و روغن بن کر اس بنیاد کا مقصود و مطلوب پورا کرتے ہیں۔

زیر نظر رسالہ فقیہ اسلام امامِ اہل سنت حضرت مولانا شاہ محمد احمد رضا حنفی قادری برکاتی قدس سرہ کا گرانقدر قلمی فیضان ہے جس پر تحشیہ و توضیح کی سعادت اہل سنت کے ایک جلیل القدر عالم حضرت مولانا مفتی محمد خلیل خان قادری برکاتی دار العلوم احسن البرکات حیدر آباد سندھ نے حاصل کی ہے۔ متن اور حاشیہ دونوں ہی اہلِ سنت کے لئے ایک نعمت اور دینی و علمی جواہر پارے ہیں۔

اپنے عقائد و اعمال کو صحیح طور پر جاننا اور ان کے مطابق اپنی زندگی بسر کرنا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے۔ وجودِ باری تعالیٰ، توحیدِ باری تعالیٰ، تقدیسِ باری تعالیٰ، نبوت و رسالت محمد عربی ﷺ کی سیادت و خاتمیت، برزخ و حشر و نشر، جنت و جہنم، ملائکہ و خلفاءِ راشدین و صحابۂ کرام و دیگر ضروریاتِ دین کو جزءِ ایمان سمجھنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

قرآن حکیم اور دیگر کتبِ سماویہ اور تقریباً ۱۲۴۰۰۰ انبیاء و مرسلین، تقدیر و تطبیق و اہل بیت اطہار و ازواجِ مطہرات و صحابہ عظام و دیگر مسائل و احکام کو اسی مقام و مرتبہ کے لحاظ سے جاننا اور سمجھنا لازم ہے جس طرح کتبِ علماءِ اسلام میں مذکور ہے۔ مذکورہ چیزوں میں بعض گمراہ فرقوں کی طرف سے باطل افکار و خیالات کی آمیزش کر دی گئی ہے۔ سادہ لوح اور ناواقف مسلمان اپنی غفلت و لاعلمی کی وجہ سے ان کا شکار ہوتے رہے ہیں۔ انہیں چھان پھٹک کرنے اور حق و باطل میں امتیاز کرنے کے لئے بھی اس رسالہ اور دیگر کتبِ عقائد کا مطالعہ پڑھے لکھے افراد کی مذہبی ذمہ داری ہے تاکہ وہ صحیح اور غلط کو پرکھ سکیں اور دوسرے عام مسلمانوں کو بھی ان سے آگاہ کرا سکیں۔

دار العلوم محبوب سبحانی کرلا، ممبئی کے طلبہ یہ مبارک رسالہ شائع کر رہے ہیں۔ اس سے پہلے بھی وہ کئی کتابوں کی اشاعت کر چکے ہیں۔ ان کا یہ جذبہ قابلِ تحسین ہے اور دیگر مدارس کے طلبہ کے لئے قابلِ تقلید ہے۔ امامِ اہل سنت اور علماءِ اہل سنت کی کتابیں عوام و خواص تک پہنچانا، تبلیغِ دین کا ایک مفید شعبہ ہے۔ اس کارِ خیر میں اہلِ سنت کے مخلص و متمول حضرات کو بڑھ چڑھ کر حصہ لینا چاہئے۔

میری دعا ہے کہ رب کائنات اس رسالہ کے شائع کرنے والے طلبہ کو مزید حوصلہ بخشے تاکہ وہ مستقبل میں اس طرح کی خدمات کے ذریعہ اسلام و سنیت کے فروغ و استحکام میں زیادہ سے زیادہ حصہ لے سکیں۔ آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم

یٰسین اختر مصباحی

بانی و مہتمم دار القلم، دہلی

بتاریخ ۱۲ر صفر ۱۴۲۲ھ، مطابق ۷ر مئی ۲۰۰۱ء

سخنہائے گفتنی

"کلکم راع و کلکم مسؤل عن رعیتہ" تم میں کا ہر شخص ذمہ دار ہے اور اپنے ماتحت کے بارے میں جواب دہ ہے۔ یہ بات صد فیصد سچ ہے کہ اگر ہم خموشی سے آئینۂ حیرت بنے رہے تو رب کریم ایسی قوم کو ظاہر فرمادے گا جو ہم سے اچھی طرح خدمت انجام دے گی اور رب کریم کی نعمتوں سے بھرپور استفادہ کر کے اس کی قدرتِ کاملہ کا بین ثبوت پیش کرے گی، کیونکہ کائنات کے تنوعات میں نمو کا جوہر اس کی خلاقیت کا غیر محسوس باب ہے۔ اسلام کے ترقی کے ادوار میں علوم کی جس قدر نشر و اشاعت ہوئی ہے، آج اس کا مقابلہ کرنا اس ترقی یافتہ دور میں مشکل ہے۔ سلاطین عثمانیہ ہوں یا آل سلجوق۔ اسپین کی سرزمین ہو یا ہند کی زمین۔ ہر دور میں ترقی کرنے والوں نے علوم کو گلے سے لگایا ہے اور ان کے اچھے نقوش چھوڑ گئے ہیں مگر آج یہ صورت نظر نہیں آرہی ہے بلکہ خموشی کا انتہائی گہرا سناٹا ہے کہ فضا بھیانک ہو گئی ہے اور اس کے بعد کیا شور ہو گا؟ یہ بھی معلوم نہیں۔ ایسے حالات میں اشاعتی ادارہ کا قیام کتابوں اور لٹریچروں کی نشر و اشاعت کی ضرورت ہے۔ ایسے ہی جیسے ایک انسان کو جینے کے لئے کھانے پینے اور غذا کی ضرورت پڑتی ہے۔ ورنہ باطل فرقے اس میدان میں اس قدر آگے آچکے ہیں پتہ نہیں کب سادہ دل مسلمانوں کے دلوں سے ایمان کی دولت لوٹ لے جائیں اور ہم ہاتھ پر ہاتھ دھرے تماشائی بنے دیکھتے رہیں۔ ملت اسلامیہ کے باشعور فرزندوں کی ذمہ داری ہے کہ اس طرح کے اشاعتی ادارے قائم کر کے مسلمانوں کو ضلالت و گمراہی سے نکال کر علم و عقیدہ کی روشنی بخشیں تا کہ عقیدہ و ایمان محفوظ رہ سکے اور مسائل دینیہ سے واقفیت ہو سکے اور دین و اسلام کا علم بلند ہو۔ مسلمانوں کے کھوئے ہوئے وقار

پھر لوٹ آئیں۔ دار العلوم محبوب سبحانی کے سعادت مند طلبہ اور اساتذہ جن کی خاص نگرانی اس بزم کو حاصل ہے، قابل مبارک باد ہیں۔ اس ادارہ نے دس سے زائد علماءِ اہل سنت کی کتابیں شائع کی ہیں اور پھر ایک خوش آئند قدم اٹھایا ہے جس کے تحت گستاخِ رسول ﷺ کی شرعی سزا اور دس عقیدے منظر عام پر آرہی ہیں۔ اب یہ ادارہ بنام فیضان رضا محتاج تعارف نہیں رہا بلکہ ہند اور بیرون ہند میں دادِ تحسین حاصل کر چکا ہے۔

مولیٰ تعالیٰ سے دعا ہے کہ دار العلوم محبوب سبحانی کے اساتذہ، متعلمین اور معاونین کو اپنے حبیب پاک صاحبِ لولاک ﷺ کے صدقہ و طفیل کونین کی سعادتوں سے مالامال فرمائے۔ آمین

ذوالفقار علی برکاتی (بلرامپوری)

فاضل دار العلوم محبوب سبحانی، کرلا، ممبئی-۷۰

عرض مترجم

امام اہل سنت امام احمد رضا خاں صاحب قادری برکاتی بریلوی قدس سرہٗ کے رسالہ مبارکہ "اعتقاد الاحباب" کی زیارت ومطالعہ سے یہ فقیر جب پہلی بار حال ہی میں شرفیاب ہوا تو معاً خیال آیا کہ بتوفیقہٖ تعالیٰ اسے نئی ترتیب اور اجمالی تفصیل کے ساتھ عامۃ الناس تک پہنچایا جائے تو ان شاء اللہ تعالیٰ اس سے عوام بھی فیض پائیں۔ نصرت الٰہی کے بھروسا پر قدم اٹھایا اور بفیضان اساتذہ کرام، نہایت قلیل مدت میں اپنی مصروفیات کے باوجود کامیابی سے سرفراز ہوا۔

میں اپنے مقصد میں کہاں تک کامیاب ہوا؟ اس کا فیصلہ آپ کریں گے اور میری کوتاہ فہمی وقصور علمی آپ کے خیال مبارک میں آئے تو اس سے اس ہیچمداں کو مطلع فرمائیں گے۔

اور اس حقیقت کے اظہار میں یہ فقیر فخر محسوس کرتا ہے کہ اس رسالہ مبارکہ میں حاشیے بین السطور اور تشریح مطالب (جو اصل عبارت سے جدا، قوسین میں محدود ہے اور اصل عبارت خط کشیدہ) جو کچھ پائیں گے وہ اکثر وبیشتر مقامات پر اعلیٰ حضرت قدس سرہ ہی کے کتب و رسائل اور حضرت استاذی، واستاذ العلماء، صدر الشریعۃ مولٰنا الشاہ امجد علی قادری برکاتی رضوی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور زمانہ کتاب "بہار شریعت" سے ماخوذ وملتقط ہے۔

امید ہے کہ ناظرین کرام اس فقیر کو اپنی دعائے خیر میں یاد فرماتے رہیں گے کہ سفر آخرت درپیش ہے اور یہ فقیر خالی ہاتھ، خالی دامن، بس ایک انھیں کا سہارا ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ وہی بگڑی بنائیں گے ورنہ ہم نے تو کمائی سب عیبوں میں گنوائی ہے۔

والسلام

العبد محمد خلیل خاں قادری البرکاتی المارہروی عفی عنہ

عقیدۂ اولیٰ

ذات وصفات باری تعالیٰ

حضرت حق سبحانہ وتبارک وتعالیٰ شانہ واحد ہے (اپنی ربوبیت والوہیت میں۔ کوئی اس کا شریک نہیں۔ وہ یکتا ہے اپنے افعال میں۔ مصنوعات کو تنہا اسی نے بنایا۔ وہ اکیلا ہے اپنی ذات میں۔ کوئی اس کا قسیم نہیں۔ یگانہ ہے اپنی صفات میں۔ کوئی اس کا شبیہ نہیں۔ ذات وصفات میں یکتا وواحد مگر)

نہ عدد سے (کہ شمار وگنتی میں آسکے اور کوئی اس کا ہم ثانی وجنس کہلاسکے تو اللہ کے ساتھ، اس کی ذات وصفات میں، شریک کا وجود، محض وہم انسانی کی ایک اختراع وایجاد ہے)

خالق ہے (ہر شے کا ذوات ہوں خواہ افعال۔ سب اسی کے پیدا کیے ہوئے ہیں)

نہ علت سے (اس کے افعال نہ علت وسبب کے محتاج۔ نہ اس کے فعل کے لیے کوئی غرض۔ کہ غرض اس فائدہ کو کہتے ہیں جو فاعل کی طرف رجوع کرے اور نہ اس کے افعال کے لیے غایت۔ کہ غایت کا حاصل بھی وہی غرض ہے۔

فعال ہے (ہمیشہ جو چاہے کر لینے والا۔)

نہ جوارح (وآلات) سے (جب کہ انسان اپنے ہر کام میں اپنے جوارح یعنی اعضائے بدن کا محتاج ہے۔ مثلاً علم کے لیے دل ودماغ کا۔ دیکھنے اور سننے کیلیے

آنکھ، کان کا۔ لیکن خداوند قدوس کہ پست سے پست آواز کو سنتا، اور ہر باریک سے باریک کو کہ خوردبین سے محسوس نہ ہو دیکھتا ہے۔ مگر کان آنکھ سے اس کا سننا دیکھنا اور زبان سے کلام کرنا نہیں کہ یہ سب اجسام ہیں۔ اور جسم وجسمانیات سے وہ پاک۔

قریب ہے (اپنے کمالِ قدرت وعلم ورحمت سے)

نہ (کہ) مسافت سے (کہ اس کا قرب ماپ وپیمائش میں سما سکے)

ملک (وسلطان وشہنشاہ زمین وآسمان) ہے مگر بے وزیر۔

(جیسا کہ سلاطین دنیا کے وزیر باتدبیر ہوتے ہیں کہ اس کے امور سلطنت میں اس کا بوجھ اٹھاتے اور ہاتھ بٹاتے ہیں)

والی (ہے۔ مالک وحاکم علی الاطلاق ہے۔ جو چاہے اور جیسا چاہے کرے مگر)

بے مشیر (نہ کوئی اس کو مشورہ دینے والا۔ نہ وہ کسی کے مشورہ کا محتاج۔ نہ کوئی اس کے ارادے سے اسے باز رکھنے والا۔ ولایت، ملکیت، مالکیت، حاکمیت کے سارے اختیارات اسی کو حاصل۔ کسی کو کسی حیثیت سے بھی اس ذات پاک پر دسترس نہیں ملک وحکومت کا حقیقی مالک کہ تمام موجودات اس کے تحتِ ملک وحکومت ہے اور اس کی مالکیت وسلطنت دائمی ہے۔ جسے زوال نہیں)۔

حیات و کلام وسمع وبصر وارادہ و قدرت وعلم (کہ اس کے صفات ذاتیہ ہیں اور ان کے علاوہ، تکوین وتخلیق ورزاقیت یعنی مارنا، جلانا صحت دینا، بیمار ڈالنا، غنی کرنا، فقیر کرنا۔ ساری کائنات کی ترتیب فرمانا اور ہر چیز کو بتدریج، درجہ بدرجہ، اس کی فطرت کے مطابق، کمالِ مقدار تک پہنچانا انھیں ان کے مناسب احوال روزی رزق مہیا کرنا)

وغیرہا (صفات جن کا تعلق مخلوق سے ہے اور جنھیں صفات اضافیہ اور صفات فعلیہ بھی کہتے ہیں اور جنھیں صفات تخلیق وتکوین کی تفصیل سمجھنا چاہیے۔ اور صفات سلبیہ یعنی وہ صفات جن سے اللہ تعالیٰ کی ذات منزہ اور مبرا ہے مثلاً وہ جاہل نہیں عاجز نہیں، بے اختیار وبے بس نہیں۔ کسی کے ساتھ متحد نہیں جیسا کہ برف پانی میں گھل کر ایک ہو جاتا ہے۔ غرض وہ اپنی صفات ذاتیہ۔ صفات اضافیہ اور صفات سلبیہ)

تمام صفات کمال سے ازلاً ابداً موصوف (ہے)

(اور جس طرح اس کی ذات قدیم ازلی ابدی ہے اس کی تمام صفات بھی قدیم ازلی ابدی ہیں اور ذات وصفات باری تعالیٰ کے سوا سب چیزیں حادث ونوپید یعنی پہلے نہ تھیں پھر موجود ہوئیں۔ صفات الٰہی کو جو مخلوق کہے یا حادث بتائے گمراہ بے دین ہے)

(اس کی ذات وصفات) تمام شیون (تمام نقائص تمام کوتاہیوں) سے وشین وعیب (ہر قسم کے نقص ونقصان) سے اولاً وآخراً بری۔

(کہ جب وہ مجمع ہے تمام صفات کمال کا۔ جامع ہے ہر کمال وخوبی کا، تو کسی عیب، کسی نقص، کسی کوتاہی کا اس میں ہونا محال۔ بلکہ جس بات میں نہ کمال ہو نہ نقصان وہ بھی اس کے لیے محال)

ذات پاک اس کی ند وضد (نظیر ومقابل)

شبیہ ومثل (مشابہ ومماثل)

کیف وکم (کیفیت ومقدار)

شکل وجسم وجہت ومکان وامد

(غایت وانتہا اور)

زمان سے منزہ

(جب عقیدہ یہ ہے کہ ذات باری تعالیٰ قدیم ازلی ابدی ہے اور اس کی تمام صفات بھی قدیم ازلی ابدی ہیں تو یہ بھی ماننا پڑے گا کہ وہ ان تمام چیزوں سے جو حادث ہیں یا جن میں مکانیت ہے یعنی ایک جگہ سے دوسری طرف نقل و حرکت۔ یا ان میں کسی قسم کا تغیر پایا جانا۔ یا اس کے اوصاف کا متغیر ہونا۔ یا اس کے اوصاف کا مخلوق کی اوصاف کے مانند ہونا۔ یہ تمام امور اس کے لیے محال ہیں۔ یا یوں کہیے کہ ذات باری تعالیٰ ان تمام حوادث و حوائج سے پاک ہے جو خاصہ بشریت ہیں)

نہ والد ہے نہ مولود

(نہ وہ کسی کا باپ ہے نہ کسی کا بیٹا کیونکہ کوئی اس کا مجانس و ہم جنس نہیں اور چونکہ وہ قدیم ہے اور پیدا ہونا حادث و مخلوق کی شان۔)

نہ کوئی شے اس کے جوڑ کی۔

(یعنی کوئی اس کا ہمتا کوئی اس کا عدیل نہیں بےمثل و نظیر و شبیہ سے پاک ہے اور اپنی ربوبیت و الوہیت میں صفاتِ عظمت و کمال کے ساتھ موصوف)

اور جس طرح ذات کریم اس کی، مناسبت ذوات سے مبرا

اسی طرح صفات کمالیہ اس کی، مشابہت صفات سے معرا۔

(اس کا ہر کمال عظیم اور ہر صفت عالی۔ کوئی مخلوق کیسی ہی اشرف و اعلیٰ ہو اس کی شریک کسی حیثیت سے ــــ کسی درجہ میں نہیں ہو سکتی)

مسلمان پر لآ اِلٰہ اِلَّا اللّٰہ ماننا، اللّٰہ سبحانہ و تعالیٰ کو احد صمد، لاشریک لہ جاننا فرض اول و مدار ایمان ہے۔ کہ اللہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔

نہ ذات میں کہ لا الٰہ الا اللہ (اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں)

نہ صفات میں کہ لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْءٌ۔ اس جیسا کوئی نہیں

نہ اسماء میں کہ هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِيًّا کیا اس کے نام کا دوسرا جانتے ہو؟

نہ احکام میں کہ وَلَا يُشْرِكُ فِي حُكْمِهٖ اَحَدًا (اور وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک نہیں کرتا)

نہ افعال میں کہ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ کیا اللہ کے سوا کوئی اور خالق ہے۔

نہ سلطنت میں کہ ولم یکن لہ شریک فی الملک اور بادشاہی میں کوئی اس کا شریک نہیں۔

تو جس طرح اس کی ذات اور ذاتوں کے مشابہ نہیں۔ یوہیں اس کی صفات بھی صفاتِ مخلوق کے مماثل نہیں۔

اور یہ جو ایک ہی نام کا اطلاق اس پر اور اس کی کسی مخلوق پر دیکھا جاتا ہے جیسے علیم، حکیم، حلیم، کریم، سمیع، بصیر اور ان جیسے اور، تو یہ محض لفظی موافقت ہے۔ نہ کہ معنوی شرکت۔ اس میں حقیقی معنی میں کوئی مشابہت نہیں ولہذا مثلاً)

اوروں کے علم و قدرت کو

اس کے علم و قدرت سے (محض لفظی یعنی)

فقط ع۔ل۔م۔ ق، د، ر، میں مشابہت ہے (نہ کہ شرکت معنوی)

اس (صوری و لفظی موافقت) سے آگے (قدم بڑھے تو)

اس کی تعلی و تکبر (برتری و کبریائی)

کا سر پردہ، کسی کو بار نہیں دیتا (اور کوئی اس کی شاہی بارگاہ کے اردگرد بھی نہیں پہنچ سکتا۔ پرندہ وہاں پر نہیں مار سکتا۔ کوئی اس میں دخل انداز نہیں)

تمام عزتیں اس کے حضور پست۔

(فرشتے ہوں یا جن یا انسان یا اور کوئی مخلوق۔ کوئی بھی اس سے بے نیاز نہیں سب اس کے فضل کے محتاج ہیں۔ اور زبان حال وقال سے اپنی پستیوں، اپنی احتیاجوں کے

معترف اور اس کے حضور سائل۔ اس کی بارگاہ میں ہاتھ پھیلائے ہوئے اور ساری مخلوقات
چاہے وہ زمینی ہو یا آسمانی اپنی اپنی حاجتیں اور مرادیں اسی حق تعالیٰ سے طلب کرتی ہے)
اور سب ہستیاں اس کے آگے نیست (نہ کوئی ہستی ہستی، نہ کوئی وجود وجود)
کُلُّ شَیْءٍ ھَالِکٌ اِلَّا وَجْھَہٗ
(بقا صرف اس کے وجہ کریم کے لیے ہے باقی سب کے لیے فنا۔ باقی باقی۔ باقی فانی)
وجود واحد (اسی حی و قیوم ازلی ابدی کا)
موجود واحد (وہی ایک حیّ و قیوم ازلی ابدی)
باقی سب اعتبارات ہیں (اعتبار کیجیے تو موجود ورنہ محض معدوم)
ذرات اکوان (یعنی موجودات کے ذرہ ذرہ) کو
اس کی ذات سے ایک نسبت مجہولۃ الکیف ہے (نامعلوم الکیفیت)
جس کے لحاظ سے من و تو (ما و شما اور این و آں) کو
موجود و کائن کہا جاتا (اور ہست و بود سے تعبیر کیا جاتا) ہے۔
(اگر اس نسبت کا قدم درمیان سے اٹھالیں۔ ہست۔ نیست اور بود نابود ہو جائے۔ کسی ذرہ موجود کا وجود نہ رہے۔ کہ اس پر ہستی کا اطلاق روا ہو)
اور اس کے آفتاب وجود کا ایک پرتو (ایک ظل ایک عکس ایک شعاع ہے کہ۔
کائنات کا ہر ذرہ نگاہ ظاہر بیں میں جلوہ آرائیاں کر رہا ہے۔
(اور اس تماشاگاہ عالم کے ذرہ ذرہ سے اس کی قدرتِ کاملہ کے جلوے ہویدا ہیں)۔
اگر اس نسبت و پرتو سے۔
(کہ ہر ذرہ کون و مکان کو، اس آفتاب وجود حقیقی سے حاصل ہے)

قطع نظر کی جائے (اور ایک لحظہ کو اس سے نگاہ ہٹالی جائے)
تو عالم ایک خوابِ پریشاں کا نام رہ جائے۔
ھُو کا میدان۔ عدم بحت کی طرح سنسان (محض معدوم و یکسر ویران) تو مرتبہ وجود میں صرف ایک ذاتِ حق ہے باقی سب اسی کے پرتو وجود سے موجود ہیں۔ مرتبہ کون میں نور امدی آفتاب ہے اور تمام عالم اس کے آئینے۔ اس نسبتِ فیضان کا قدم، درمیان سے نکال لیں تو عالم دفعتہً فنائے محض ہو جائے کہ اسی نور کے متعدد پرتوں نے بے شمار نام پائے ہیں۔ ذات باری تعالیٰ واحد حقیقی ہے۔ تغیر و اختلاف کو اصلاً اس کے سراپردہ عزت کے گرد بار نہیں۔ پر مظاہر کے تعدد سے یہ مختلف صورتیں، بے شمار نام، بے حساب آثار پیدا ہیں۔ نور احدیت کی تابش غیر محدود ہے۔ اور چشم جسم و چشم عقل دونوں وہاں نابینا ہیں۔ اور اس سے زیادہ، بیان سے باہر، عقل سے وراء ہے)
موجود واحد ہے نہ وہ واحد جو چند (ابعاض و اجزاء) سے مل کر مرکب ہوا۔
(اور شی واحد کا نام اس پر روا ٹھہرا۔)
نہ وہ واحد جو چند کی طرف تحلیل پائے
(جیسا کہ انسانِ واحد یا شی واحد کہ گوشت پوست و خون و استخواں وغیرہا اجزاء و ابعاض سے ترکیب پاکر مرکب ہوا اور ایک کہلایا۔ اور اس کی تحلیل و تجزی اور تجزیہ انھیں اعضاء و اجزاء و ابعاض کی طرف ہوگا جن سے اس نے ترکیب پائی اور مرکب کہلایا۔ کہ یہی جسم کی شان ہے۔ اور ذات باری تعالیٰ عزّ شانہ جسم و جسمانیات سے پاک و منزہ ہے)
نہ وہ واحد، جو بہ تہمت حلول عینیت
(کہ اس کی ذات قدسی صفات پر یہ تہمت لگائی جائے کہ وہ کسی چیز میں حلول

کیے ہوئے یا اس میں سمائی ہوئی ہے یا کوئی چیز اس کی ذات احدیت میں حلول کیے ہوئے اور اس میں پیوست ہے اور یوں معاذ اللہ وہ)

اوج وحدت (وحدانیت ویکتائی کی رفعتوں) سے

حضیض اثنینیت (دوئی اور اشتراک کی پستیوں میں اتر)

آئے۔ ھو ولا موجود الا ھو

آیۃ کریمہ سبحانہ وتعالی عما یشرکون

(پاکی اور برتری ہے اسے ان شریکوں سے۔)

جس طرح شرک فی الالوہیت کو رد کرتی ہے۔

(اور بتاتی ہے کہ خداوند قدوس کی خدائی اور اس معبود برحق کی الوہیت و ربوبیت میں کوئی شریک نہیں۔ هُوَ الَّذِيْ فِي السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّفِي الْاَرْضِ اِلٰهٌ ۔ وہی آسمان والوں کا خدا اور وہی زمین والوں کا خدا۔ تو نفس الوہیت و ربوبیت میں کوئی اس کا شریک کیا ہوتا؟ اس کی صفات کمال میں بھی کوئی اس کا شریک نہیں۔ لیس کمثلہ شیئ اس جیسا کوئی نہیں)

یونہی (یہ آیۃ کریمہ) اشتراک فی الوجود کی نفی فرماتی ہے۔

(تو اس کی ذات بھی منزہ اور اس کی تمام صفات کمال بھی مبرا ان تمام نالائق امور سے جو اہل شرک وجاہلیت اس کی جانب منسوب کرتے ہیں۔ حق یہ ہے کہ وجود اسی ذات برحق کے لیے ہے۔ باقی سب ظلال وپرتو۔

؎

غیرتش غیر در جہاں نہ گذاشت

لاجرم عین جملہ معنی شد

(اور وحدت الوجود کے جتنے معنی اور جس قدر مفاہیم، عقل میں آسکتے ہیں وہ یہی ہیں کہ وجود واحد، موجود واحد، باقی سب اسی کے مظاہر اور آئینے کہ اپنی حد ذات میں اصلاً وجود وہستی سے بہرہ نہیں رکھتے۔ اور حاش ثم حاش۔ یہ معنی ہرگز نہیں کہ من وتو، ما وشما، این وآں، ہر شئے خدا ہے۔ یہ اہل اتحاد کا قول ہے جو ایک فرقہ کافرو ل کا ہے۔ اور پہلی بات مذہب ہے اہل توحید کا۔ کہ اہل اسلام وصاحب ایمان حقیقی ہیں)

عقیدۂ ثانیہ

سب سے اعلیٰ، سب سے اَولیٰ

بایں ہمہ
(کہ اس کی ذاتِ کریم، دوسری ذوات کی مناسبت سے معرّا ہے اور اس کی صفاتِ عالیہ، اوروں کی صفات کی مشابہت سے مبرّا)
اس نے اپنی حکمتِ کاملہ (و رحمتِ شاملہ) کے مطابق
عالم (یعنی ماسوی اللہ) کو جس طرح وہ (اپنے علمِ قدیم ازلی سے)
جانتا ہے۔ ایجاد فرمایا
(تمام کائنات کو خلعتِ وجود بخشا۔ اپنے بندوں کو پیدا فرمایا انھیں کان، آنکھ ہاتھ، پاؤں، زبان وغیرہ عطا فرمائے اور انھیں کام میں لانے کا طریقہ الہام فرمایا۔ پھر اعلیٰ درجہ کے شریف جوہر، یعنی عقل سے ممتاز فرمایا۔ جس نے تمام حیوانات پر انسان کا مرتبہ بڑھایا۔ پھر لاکھوں باتیں ہیں جن کا عقل ادراک نہیں کر سکتی تھی۔ لہٰذا انبیاء بھیج کر کتابیں اتار کر، ذرا ذرا سی بات بتادی۔ اور کسی کو عذر کی کوئی جگہ باقی نہ چھوڑی)
اور مکلفین کو
(جو تکلیفِ شرعی کے اہل، امر و نہی کے خطاب کے قابل، بالغ عاقل ہیں)
اپنے فضل و عدل سے دو فرقے کر دیا
فَرِیۡقٌ فِی الۡجَنَّۃِ (ایک جنتی و ناجی، جس نے حق قبول کیا)

وَفَرِیۡقٌ فِی السَّعِیۡرِ (دوسرا جہنمی و ہالک۔ جس نے قبولِ حق سے جی چرایا)
اور جس طرح پرتوِ وجود (موجودِ حقیقی جل جلالہٗ)
سے سب نے بہرہ پایا (اور اسی اعتبار سے وہ ہست و موجود کہلایا)
اسی طرح فریقِ جنت کو، اس کے صفاتِ کمالیہ سے نصیبہ خاص ملا۔
(دنیا و آخرت میں اس کے لیے فوز و فلاح کے دروازے کھلے اور علم و فضلِ خاص کی دولتوں سے اس کے دامن بھرے)
دبستان (مدرسہ) عَلَّمَکَ مَا لَمۡ تَکُنۡ تَعۡلَمُ
(اور دار العلوم عَلَّمَ الۡاِنۡسَانَ مَا لَمۡ یَعۡلَمۡ)
میں تعلیم فرمایا (کہ جو کچھ وہ نہ جانتا تھا اسے سکھایا پھر)
وَکَانَ فَضۡلُ اللّٰہِ عَلَیۡکَ عَظِیۡمًا نے اور رنگ آمیزیاں کیں۔
(کہ اللہ تعالیٰ کا فضلِ عظیم اس پر جلوہ گستر رہا۔ مولائے کریم نے گوناگوں نعمتوں سے اسے نوازا۔ بے شمار فضائل و محاسن سے اسے سنوارا۔ قلب و قالب، جسم و جاں، ظاہر و باطن کو رذائل اور خصائلِ قبیحہ مذمومہ سے پاک صاف اور محامد و اخلاقِ حسنہ سے اسے آراستہ و پیراستہ کیا۔ اور قربتِ خداوندی کی راہوں پر اسے ڈال دیا)
اور یہ سب تصدق (صدقہ و طفیل)
ایک ذاتِ جامع البرکات کا تھا جسے اپنا محبوبِ خاص فرمایا۔
(مرتبہ محبوبیتِ کبریٰ سے سرفراز فرمایا کہ تمام خلق حتیٰ کہ نبی و مرسل و ملک مقرب جویائے رضائے الٰہی ہے اور وہ ان کی رضا کا طالب)
مرکزِ دائرہ (کن) و دائرہ مرکزِ کاف و نون بنایا
اپنی خلافتِ کاملہ کا
خلعتِ رفیع المنزلت۔ اس کے قامتِ موزوں پر سجایا۔

کہ تمام افرادِ کائنات، اس کے ظلِ ظلیل (سایہ ممدود رافت) اور ذیلِ جلیل

(دامن معمور رحمت) میں آرام کرتے ہیں۔

اعاظم مقربین (کہ اس کی بارگاہ عالی جاہ میں قربِ خاص سے مشرف ہیں)

(ان) کو (بھی) جب تک اس مامن جہاں (پناہ گاہِ کون و مکان) سے

توسل نہ کریں۔

(انھیں اس کی جناب والا میں وسیلہ نہ بنائیں)

بادشاہ (حقیقی عز اسمہ وجل مجدہ) تک پہنچنا ممکن نہیں

کنجیاں، خزائن علم و قدرت

تدبیر و تصرف کی، اس کے ہاتھ میں رکھیں۔

عظمت والوں کو مہ پارے (چاند کے ٹکڑے: روشن تارے)

اور اس کو اس نے آفتابِ عالم تاب کیا۔

کہ اس سے اقتباس انوار کریں

(عرفان و معرفت کی روشنیوں سے اپنے دامن بھریں)

اور اس کے حضور انا زبان پر

(اور اپنے فضائل و محاسن، ان کے مقابل، شمار میں) نہ لائیں

اسے (محبوب اجل و اعلیٰ) کے سراپردۂ عزت و اجلال کو،

وہ عزت و رفعت بخشی کہ عرش عظیم جیسے ہزاراں ہزار

اس میں یوں گم ہو جائیں جیسے

بیدائے ناپیدا کنار (وسیع و عریض بیابان جس کا کنارا نظر نہ آئے اس)

میں ایک شلنگ ذرہ کم مقدار

(کہ لق و دق صحرا میں، اس کی اڑان کی کیا وقعت اور کیا قدر و منزلت)

علم وہ وسیع و غزیر (کثیر در کثیر) عطا فرمایا کہ

علوم اولین و آخرین، اس کے بحر علوم کی نہریں،

یا جوشش فیوض کے چھینٹے قرار پائے

(شرق تا غرب، عرش تا فرش انھیں دکھایا۔ ملکوت السموٰت والارض کا شاہد

بنایا۔ روزِ اوّل سے روزِ آخر تک کا سب ماکان و مایکون انھیں بتایا۔)

ازل سے ابد تک، تمام غیب و شہادت (غائب و حاضر) پہ اطلاع تام

(و آگاہی تمام انھیں) حاصل۔ الا ماشاء اللہ۔

(اور مہنوز ان کے احاطۂ علم میں وہ ہزار در ہزار، بے حد و بے کنار سمندر لہرا رہے

ہیں جن کی حقیقت وہ جانیں یا ان کا عطا کرنے والا۔ ان کا مالک و مولیٰ جل و علا)

بصر (و نظر) وہ محیط (اور اس کا احاطہ اتنا بسیط)

کہ شش جہت (پس و پیش، چپ و راست، زیر و بالا)

اس کے حضور (ان کی نگاہوں کے روبرو، ایسے ہیں جیسے)

جہت مقابل (کہ بصارت کو ان پر اطلاع تام حاصل)

دنیا اس کے سامنے اٹھا لی

کہ تمام کائنات تا بروز قیامت، آن واحد میں پیش نظر

(تو وہ دنیا کو اور جو کچھ دنیا میں قیامت تک ہونے والا ہے سب کو ایسے

دیکھ رہے ہیں جیسے اپنی ہتھیلی کو، اور ایمانی نگاہوں میں، نہ یہ قدرت الٰہی پہ دشوار

نہ عزت و وجاہت انبیاء کے مقابل بسیار)

سمع والا کے نزدیک

پانچ سو برس راہ کی صدا، جیسے کان پڑی آواز ہے۔

اور (عطائے قادر مطلق) قدرت (و اختیارات) کا تو کیا پوچھنا؟

کہ قدرت قدیر علی الاطلاق جل وعلا کی نمونہ وآئینہ ہے۔

عالم علوی وسفلی (اقطار واطراف زمین وآسمان) میں اس کا حکم جاری۔

فرمانروائی کن کو اس کی زباں کی پاسداری۔

مردہ کو قم کہیں (کہ بحکم الٰہی کھڑا ہو جا تو وہ) زندہ۔

اور چاند کو اشارہ کریں (تو) فوراً دوپارہ ہو۔

جو (یہ) چاہتے ہیں خدا وہی چاہتا ہے۔

کہ یہ وہی چاہتے ہیں جو خدا چاہتا ہے۔

منشور خلافت مطلقہ (تامہ، عامہ، شاملہ، کاملہ) وتفویض تام (کا فرمان شاہی)

ان کے نام نامی (اسم گرامی) پر پڑھا گیا۔

اور سکہ وخطبہ ان کا ملاءِ ادنیٰ سے عالم بالا تک جاری ہوا۔

(تو وہ اللہ عزوجل کے نائب مطلق ہیں اور تمام ماسوی اللہ، تمام عالم ان کے تحت تصرف ان کے زیر اختیار، ان کے سپرد کہ جو چاہیں کریں جسے جو چاہیں دیں۔ اور جس سے جو چاہیں واپس لیں۔ تمام جہان میں کوئی ان کا حکم پھیرنے والا نہیں اور ہاں کوئی کیونکر، ان کا حکم پھیر سکے کہ حکم الٰہی کسی کے پھیرے نہیں پھرتا۔

تمام جہان ان کا محکوم اور تمام آدمیوں کے وہ مالک جو انھیں اپنا مالک نہ جانے حلاوتِ سُنّت سے محروم۔ ملکوت السمٰوات والارض ان کے زیر فرمان۔ تمام زمین ان کی مِلک اور تمام جنت ان کی جاگیر)

دنیا ودیں میں جو جسے ملتا ہے ان کی بارگاہ عرش اشتباہ سے ملتا ہے۔

جنت ونار کی کنجیاں دست اقدس میں دے دی گئیں۔ رزق وخیر اور ہر قسم کی عطائیں حضور ہی کے دربار سے تقسیم ہوتی ہیں۔ دنیا وآخرت حضور ہی کی عطا کا ایک حصّہ ہے۔ ؎

فَاِنَّ مِنْ جُوْدِكَ الدُّنْيَا وَضَرَّتَهَا

تو تمام ماسوی اللہ نے جو نعمت، دنیاوی واخروی، جسمانی یا روحانی، چھوٹی یا بڑی پائی انھیں کے دستِ عطا سے پائی۔ انھیں کے کرم، انھیں کے طفیل، انھیں کے واسطے سے ملی۔ اللہ عطا فرماتا ہے۔ اور ان کے ہاتھوں ملا، ملتا ہے اور ابدالآباد تک ملتا رہے گا جیسے طرح دین وملت، اسلام وسنت، صلاح وعبادت، زہد وطہارت اور علم ومعرفت، ساری دینی نعمتیں ان کی عطا فرمائی ہوئی ہیں۔ یونہی مال ودولت، شفا وصحت عزت ورفعت اور فرزند وعشرت یہ سب دنیاوی نعمتیں بھی انھیں کے دست اقدس سے ملی ہیں۔

قال الرضا ؎

بے ان کے واسطے کے خدا کچھ عطا کرے
حاشا غلط غلط، یہ ہوس بے بَصر کی ہے

وقال الفقیر ؎

بے ان کے توسّل کے، مانگے بھی نہیں ملتا
بے ان کے توسط کے، پرسش ہے نہ شنوائی

وہ بالادست حاکم کہ تمام ماسوی اللہ، ان کا محکوم

اور ان کے سوا عالم میں کوئی حاکم نہیں۔

(ملکوت السمٰوات والارض میں ان کا حکم جاری ہے۔ تمام مخلوق الٰہی کو، ان کے لیے حکم اطاعت وفرمانبرداری ہے۔ وہ خدا کے ہیں اور جو کچھ خدا کا ہے۔ سب ان کا ہے ؎

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب
یعنی محبوب ومحب میں نہیں، میرا، تیرا

(جو سر ہے ان کی طرف جھکا ہوا اور جو ہاتھ ہے وہ ان کی طرف پھیلا ہوا)

سب ان کے محتاج اور وہ خدا کے محتاج

(وہی بارگاہ الٰہی کے وارث ہیں اور تمام عالم کو انھیں کی وساطت سے ملتا ہے)

قرآن عظیم ان کی مدح و ستائش کا دفتر (اور)

نام ان کا ہر جگہ نام الٰہی کے برابر ؎

ورفعنا لک ذکرک کا ہے سایہ تجھ پر

ذکر اونچا ہے ترا، بول ہے بالا تیرا

احکام تشریعیہ۔ شریعت کے فرامین، اوامر و نواہی سب ان کے قبضہ میں، سب ان کے سپرد، جس بات میں جو چاہیں ——— اپنی طرف سے حکم فرمادیں وہی شریعت ہے جس پر جو چاہیں حرام فرمادیں۔ اور جس کے لیے جو کچھ چاہیں حلال کردیں اور جو فرض چاہیں معاف فرمادیں، وہی شرع ہے۔

غرض وہ کارخانۂ الٰہی کے مختارِ کل ہیں۔ اور خسروانِ عالم اس کے دست نگر و محتاج)

(وہ کون؟) اعنی سید المرسلین (رہبرِ رہبراں)

خاتم النبیین (خاتم پیغمبراں) رحمۃ للعالمین (رحمتِ ہر دو جہاں)

شفیع المذنبین (شافع خطا کاراں)

قائد الغر المحجلین (رہادی نوریاں و روشن جبیناں)

سر اللہ المکنون (رب العزت کا راز سر بستہ)

دُرِّ اللہِ المخزون (خزانہ الٰہی کا موتی، قیمتی و پوشیدہ)

سُرورِ القلبِ المحزون (ٹوٹے دلوں کا سہارا)

عالمِ ما کان وما یکون (ماضی و مستقبل کا واقف کار)

تاج الاتقیاء (نیکوکاروں کے سر کا تاج)

نبی الانبیاء (تمام نبیوں کا سرتاج)

محمدن (المصطفیٰ) رسولِ ربِّ العالمین

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وبارک وسلم الیٰ یوم الدین

بایں ہمہ (فضائل جمیلہ و فواضل جلیلہ و محاسن حمیدہ و محامد محمودہ وہ)

خدا کے بندہ و محتاج ہیں

(اور یسئلہ من فی السمٰوٰت والارض کے مصداق)

حاش للہ کہ عینیت یا مثلیت کا گمان (تو گمان)

(یہ وہم بھی کہ ان کی ذات کریم، ذات الٰہی شانہٗ کی عین یا اس کے مثل و مماثل یا شبیہ و نظیر ہے)

کافر کے سوا، مسلمان کو ہو سکے۔

خزانہ قدرت میں ممکن (و حادث و مخلوق) کے لیے جو کمالات متصور تھے (تصور و گمان میں آسکتے تھے یا آسکتے ہیں) سب پائے۔

کہ دوسرے کو ہم عنانی (و ہمسری اور ان مراتب رفیعہ میں برابری) کی مجال نہیں

مگر دائرۂ عبدیت و افتقار (بندگی و احتیاج) سے

قدم نہ بڑھا، نہ بڑھا سکے۔ العظمۃ للہ

خدائے تعالیٰ سے ذات و صفات میں مشابہت (و مماثلت) کیسی۔

(اس سے مشابہ و مماثل ہونے کا شبہ بھی اس قابل نہیں کہ مسلمان کے دلِ ایمان منزل میں اس کا خطرہ گذر سکے۔ جب کہ اہل حق کا ایمان ہے کہ حضور اقدس سرورِ عالم، عالم اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم، ان احسانات الٰہی کا جو بارگاہِ الٰہی سے ہر آن، ہر گھڑی، ہر لحظہ، ہر لمحہ ان کی بارگاہ بیکس پناہ پر مبذول رہتی ہے۔ ان انعامات اور ان)

نعمائے خداوندی کے لائق جو شکر و ثنا ہے اسے پورا پورا بجا نہ لا سکے۔

نہ ممکن کہ بجا لائیں

کہ جو شکر کریں وہ بھی نعمت آخر

موجبِ شکرِ دگر الا مالا نہایۃ لہٗ

نعمِ و افضال خداوندی (ربانی نعمتیں اور بخششیں خصوصاً آپ پر) غیر متناہی ہیں۔
(ان کی کوئی حد و نہایت نہیں۔ انھیں کوئی گنتی و شمار میں نہیں لا سکتا)

قال اللہ تعالیٰ وَلَلْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی
(اے نبی بے شک ہر آنے والا لمحہ تمھارے لیے، گذرے ہوئے لمحہ سے بہتر ہے اور ساعت بساعت آپ کے مراتب رفیعہ، ترقیوں میں ہیں)

مرتبہ "قاب قوسین او ادنیٰ" کا پایا۔
(اور یہ وہ منزل ہے کہ نہ کسی نے پائی اور نہ کسی کے لیے ممکن ہے اس تک رسائی
وہ خود ارشاد فرماتے ہیں کہ شبِ اسریٰ مجھے میرے رب نے اتنا نزدیک کیا کہ مجھ میں اور اس میں دو کمانوں بلکہ اس سے کم کا فاصلہ رہ گیا)

قسم کھانے کو فرق کا نام رہ گیا ؎

کمانِ امکاں کے جھوٹے نقطو! تم اوّل آخر کے پھیر میں ہو
محیط کی چال سے تو پوچھو کدھر سے آئے، کدھر گئے تھے

دیدارِ الٰہی بچشمِ سر دیکھا۔ کلامِ الٰہی بے واسطہ سنا
(بدنِ اقدس کے ساتھ۔ بیداری میں اور یہ وہ قربِ خاص ہے کہ کسی نبی مرسل و ملک مقرب کو بھی نہ کبھی حاصل ہوا اور نہ کبھی حاصل ہو)

محملِ لیلیٰ (ادراک سے ماوراء) کروڑوں منزل سے کروڑوں منزل (دور)
(اور) خردِ خردہ میں (عقلِ نکتہ دان، دقیقہ شناس) دنگ ہے۔
(کوئی جانے تو کیا جانے اور کوئی خبر دے تو کیا خبر دے)۔

نیا سماں ہے نیا رنگ ہے
(ہوش و حواس، ان وسعتوں میں گم اور دامان نگاہ تنگ)

قُرب میں بُعد (نزدیکی میں دوری)

بُعد میں قُرب (دوری میں نزدیکی)

وصل میں ہجر (وصال میں فرقت)

ہجر میں وصل (فرقت میں وصال) ؎

(عجیب گھڑی تھی کہ وصل و فرقت جنم کے بچھڑے گلے ملے تھے)
(عقل و شعور کو خود اپنا شعور نہیں۔ دست و پابستہ، خود گم کردہ حواس ہے۔ ہوش و خرد کو خود اپنے لالے پڑے ہیں۔ وہم و گمان دوڑیں تو کہاں تک پہنچیں۔ ٹھوکر کھائی اور گرے ؎

سراغ این و متیٰ کہاں تھا۔ نشان کیف و الیٰ کہاں تھا
نہ کوئی راہی، نہ کوئی ساتھی، نہ سنگ منزل، نہ مرحلے تھے

(جس راز کو اللہ جل شانہٗ ظاہر نہ فرمائے بے بتائے کس کی سمجھ میں آئے اور کسی بے وقار کی کیا مجال کہ درونِ خانہ خاص تک قدم بڑھائے)

گوہر شناورِ دریا (گویا موتی پانی میں تیر رہا ہے)

مگر (یوں کہ) صدف (یعنی سیپی) نے وہ پردہ ڈال رکھا ہے۔

کہ نم سے آشنا نہیں (قطرہ تو قطرہ۔ نمی سے بھی بہرہ ور نہیں)

اے جاہلِ ناداں! علم (و کنہ حقیقت) کو علم والے پر چھوڑ

اور اس میدان دشوار جولان سے
(جس سے سلامتی سے گزر جانا، جوئے شیر لانا ہے اور سخت مشقتوں میں پڑنا)
سمندِ بیان (کلام و خطاب کی تیز و طرار سواری) کی عنان (باگ ڈور) موڑ

(اس والا جناب کی رفعتوں، منزلتوں اور قربتوں کے اظہار کے لیے)

زبان بند ہے پر اتنا کہتے ہیں کہ

خلق کے آقا ہیں، خالق کے بندے

عبادت (و پرستش) ان کی کفر (اور ناقابل معافی جرم)

اور بے ان کی تعظیم کے حبط (برباد۔ ناقابل اعتبار۔ منہ پر مار دیے جانے کے قابل)

ایمان ان کی محبت وعظمت کا نام

(اور فعل تعظیم، بعد ایمان، ہر فرض سے مقدم)

اور مسلمان وہ جس کا کام ہے، نام خدا کے ساتھ، ان کے نام پر تمام

وَالسَّلَامُ عَلٰی خَیْرِ الْاَنَامِ وَالْاٰلِ وَالْاَصْحَابِ عَلَی الدَّوَامِ

عقیدۂ ثالثہ ۳

صدر نشینانِ بزمِ عزّ وجاہ

اس جناب عرش قباب کے بعد

(جن کے قبۂ اطہر اور گنبد انور کی رفعتیں، عرش سے ملتی ہیں)

مرتبہ اور انبیاء ومرسلین کا ہے صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین

کہ باہم ان میں تفاضل (اور بعض کو بعض پر فضیلت)

مگر ان کا غیر، گو کسی مرتبہ ولایت تک پہنچے۔

فرشتہ ہو (اگرچہ مقرب) خواہ آدمی۔

صحابی ہو خواہ اہل بیت (اگرچہ مکرم تر و معظم ترین)

ان کے درجے تک (اس غیر کو) وصول محال۔

جو قرب الٰہی انھیں حاصل، کوئی اس تک فائز نہیں۔

اور جیسے یہ خدا کے محبوب، دوسرا ہرگز نہیں۔

یہ وہ صدر (وبالا) نشینانِ بزمِ عزّ وجاہ ہیں۔

(اور والا مقامانِ محفلِ عزت ووجاہت اور مقربانِ حضرتِ عزت)

کہ رب العالمین تبارک وتعالیٰ خود ان کے مولیٰ وسردار

(نبی مختار علیہ الصلوٰۃ والسلام الیٰ یوم القرار) کو حکم فرماتا ہے۔

اولٰئک الذین ھدی اللہ فبھدٰھم اقتدہ۔

(اللہ، اللہ! کوئی کیا اندازہ کرسکتا ہے اس مقدس ذات، برگزیدہ صفات کا جسے اس کے رب تبارک وتعالیٰ نے، محامد جمیلہ، محاسن جلیلہ، اخلاقِ حسنہ، خصائل محمودہ سے نوازا۔ سرِاقدس پر محبوبیت کبرای کا تاج والا ابتہاج رکھا۔ جسے خلافت عظمٰی کا خلعت والا مرتبت پہنایا۔ جس کے طفیل ساری کائنات کو بنایا جس کے فیوض وبرکات کا دروازہ، تمام ماسوی اللہ کو دکھایا۔)

(انھیں سے یہ خطاب فرمایا کہ)

یہ وہ ہیں جنھیں خدا نے راہ دکھائی، تو تو ان کی پیروی کر

اور فرماتا ہے فَاتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا

تو پیروی کر شریعت ابراہیم کی۔ جو سب ادیان باطلہ سے کنارہ کش ہوکر دین حق کی طرف جھک آیا۔

(غرض انبیاء ومرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام لالی یوم الدین میں سے، ہر نبی، ہر رسول، بارگاہ عزت جل مجدہ میں بڑی عزت ووجاہت والا ہے اور اس کی شان بہت رفیع۔ ولہذا ہر نبی کی تعظیم فرض عین بلکہ اصل جملہ فرائض ہے اور)

ان کی ادنیٰ توہین مثل سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔ کفر قطعی

(ان میں سے کسی کی تکذیب وتنقیص، کسی کی اہانت، کسی کی بارگاہ میں ادنیٰ گستاخی ایسے ہی قطعاً کفر ہے جیسے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب پاک میں گستاخی و دریدہ دہنی والعیاذ باللہ تعالیٰ)

اور کسی کی نسبت، صدیق ہوں خواہ مرتضیٰ رضی اللہ عنہما

ان (حضرات قدسی صفات) کی خادمی وغاشیہ برداری۔

(اطاعت وفرمانبرداری کہ یہ ان کے پیشِ خدمت واطاعت گزار ہیں، اس) سے بڑھا کر (افضلیت وبرتری درکنار) دعویِ ہمسری۔

(کہ یہ بھی مراتب رفیعہ اور ان کے درجات علیہ میں ان کے ہمسر وبرابر ہیں)

محض بے دینی (الحاد وزندیقی ہے)

جس نگاہ اجلال وتوقیر (تکریم وتعظیم) سے انھیں دیکھنا فرض

(ہے اور دائمی فرض)

حاشا کہ اس کے سو حصے سے ایک حصہ ($\frac{1}{100}$) دوسرے کو دیکھیں

آخر نہ دیکھا کہ صدیق ومرتضٰے رضی اللہ تعالیٰ عنہما

جس سرکارِ ابد قرار (دتیر برکار) کے غلام ہیں، اسی کو حکم ہوتا ہے

ان کی راہ پر چل اور ان کی اقتداء سے نہ نکل

(تا بہ دیگراں چہ رسد

اے عقل خبردار! یہاں مجال دم زدن نہیں)

عقیدۂ رابعہ

اعلیٰ طبقہ، ملائکہ مقرّبین

ان (انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام) کے بعد اعلیٰ طبقہ ملائکہ مقربین کا ہے

مثل ساداتنا و موالینا (مثلاً ہمارے سرداروں اور پیش رو مددگاروں میں سے حضرت

جبرائیل (جن کے ذمہ پیغمبروں کی خدمت میں وحی الٰہی لانا ہے)

وحضرت میکائیل (جو پانی برسانے اور مخلوق خدا کو روزی پہنچانے پر مقرر ہیں)

و (حضرت) اسرافیل (جو قیامت کو صور پھونکیں گے)

و (حضرت) عزرائیل (جنھیں قبض ارواح کی خدمت سپرد کی گئی ہے)

وحملۂ (یعنی حاملان) عرش جلیل صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین۔

ان کے علو شان و رفعت مکان (شوکت و عظمت اور عالی مرتبت) کو بھی کوئی

ولی نہیں پہنچتا (خواہ کتنا ہی مقرب بارگاہ احدیت ہو)

اور ان کی جناب میں گستاخی کا بھی بعینہٖ وہی حکم

(جو انبیاء و مرسلین کی رفعت پناہ بارگاہوں میں گستاخی کا ہے کہ کفر قطعی ہے)

(ان ملائکہ مقربین میں بالخصوص)

جبرئیل علیہ السلام مِنْ وَجْہٍ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کے استاذ ہیں[1]

---

[1] قال الامام الفخر الرازی وقولہ شدید القوی۔ فیہ فوائد الاولیٰ ان مدح المعلم (باقی آگے)

قال تعالیٰ علمہ شدید القویٰ

(سکھایا ان کو یعنی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت قوتوں والے طاقتور نے"

یعنی جبرائیل علیہ السلام نے جو قوت و اجلال خداوندی کے مظہر اتم، قوت جسمانی و عقل و نظر

کے اعتبار سے کامل۔ وحی الٰہی کے بار کے متحمل، چشم زدن میں، سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچ جانے

والے جنکی دانش مندی اور فراست ایمانی کا یہ عالم کہ تمام انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام

کی بارگاہوں میں وحی الٰہی لے کر نزول اجلال فرماتے اور پوری دیانتداری سے اس امانت کو

ادا کرتے رہے)

پھر وہ کسی کے شاگرد کیا ہوں گے

جسے ان کا استاذ بنائیے اسے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا استاذ الاستاذ ٹھہرائیے

یہ وہی ہیں جنھیں حق تبارک و تعالیٰ رسول کریم مکین امین فرماتا ہے۔

(کہ وہ عزت والے مالک عرش کے حضور بڑی عزت والے ہیں ملاء اعلیٰ کے مقتداء

کہ تمام ملائکہ ان کے اطاعت گذار و فرماں بردار، وحی الٰہی کے امانت دار، کہ ان کی

امانت میں کسی کو مجال حرف زدن نہیں پیام رسانی وحی میں۔ امکان نہ سہو کا۔ نہ کسی غلط فہمی

و غلطی کا اور نہ کسی سہل پسندی اور غفلت کا، منصب رسالت کے پوری طرح متحمل، اسرار و

انوار کے ہر طرح محافظ۔ فرشتوں میں سب سے اونچا ان کا مرتبہ و مقام اور قرب قبول

پر فائز المرام۔ وہ صاحب عزت و احترام کہ)

(بقیہ حاشیہ) مدح المتعلم فلو قال علمہ جبرائیل ولم یصفہ ما کان یحصل للنبی صلی اللہ علیہ

وسلم بہ فضیلۃ ظاہرۃ الثانیہ ھی ان فیہ ردًا علیھم حیث قالوا اساطیر الاولین سمعہا وقت سفرہ

الی الشام فقال لم یعلمہ احد من الناس بل معلمہ شدید القوی الخ ولہذا قال الامام احمد رضا

ما قال وھو حق ثابت۔ واللہ اعلم۔ العبد محمد خلیل عفی عنہ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا دوسرے کے خادم نہیں۔

(اور تمام مخلوقات میں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کوئی اوران کا مخدوم

مطاع نہیں۔ اور جنگ بدر میں فرشتوں کی ایک جمعیت کے ساتھ، حضور کے لشکر کا ایک

سپاہی بن کر شامل ہونا مشہور، زبان زد خاص وعام)

اکابر صحابہ واعاظم اولیاء کو (کہ واسطہ نزول برکات ہیں)

اگر ان کی خدمت (کی دولت) ملے دوجہاں کی فخر وسعادت جانیں

پھر یہ کس کے خدمت گار یا غاشیہ بردار ہوں گے۔

(اور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو بادشاہ کون ومکاں، مخدوم ومطاع

ہر دو جہاں ہیں۔

صلی اللہ علیہ وعلیہم اجمعین وبارک وسلم)

عقیدہ خامسہ

اصحاب سید المرسلین واہل بیت کرام

ان (ملائکہ مرسلین وسادات فرشتگان مقربین) کے بعد

(بڑی عزت ومنزلت اور قرب قبول احدیت پر فائز)

اصحاب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وعلیہم اجمعین ہیں۔

اور انھیں میں حضرت بتول، جگر پارہ رسول

خاتون جہاں، بانوی جہاں۔ سیدۃ النساء فاطمۃ زہرا (شامل)

اور اس دوجہاں کی آقازادی کے دونوں شہزادے۔

عرش (اعظم) کی آنکھ کے دونوں تارے

چرخ سیادت (آسمان کرامت) کے مہ پارے۔

باغ تطہیر کے پیارے پھول

دونوں قرۃ العین رسول

امامین کریمین (ہادیان باکرامت وباصفا)

سعیدین شہیدین (نیک بخت وشہیدان جفا)

تقیتین نقیتین (پاک دامن، پاک باطن)

نیرین (قمرین۔ آفتاب رخ ومہتاب رو)

طاہرین (پاک سیرت، پاکیزہ خو)

ابو محمد (حضرت امام) حسن وابو عبداللہ (حضرت امام) حسین۔
اور تمام مادران اُمت
بانوان رسالت (اُمہات المومنین۔ ازواج مطہرات)
علی المصطفٰے وعلیہم کلہم الصلوٰۃ والتحیۃ (ان صحابہ کرام کے زمرہ میں) داخل
کہ صحابی ہر وہ مسلمان ہے جو حالت اسلام میں اس چہرہ خدا نما (اور اس ذات
حق رسا) کی زیارت سے مشرف ہوا۔
اور اسلام ہی پر دنیا سے گیا
(مرد ہو خواہ عورت، بالغ ہو خواہ نابالغ)
ان (اعلیٰ درجات والا مقامات) کی قدر ومنزلت وہی خوب جانتا ہے۔
جو سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت ورفعت سے آگاہ ہے۔
(اس کا سینہ، انوار عرفان سے منور اور آنکھیں جمال حق سے مشرف ہیں۔ حق پر
چلنا۔ حق پر جینا اور حق کے لیے مرتا ہے اور قبول حق اس کا وطیرہ ہے)
آفتاب نیم روز (دوپہر کے چڑھتے سورج) سے روشن تر کہ
محب (سچا چاہنے والا) جب قدرت پاتا ہے۔
اپنے محبوب کو صحبت بد (بُرے ہم نشینوں اور بدکار رفیقوں) سے بچاتا ہے۔ (اور
مسلمانوں کا بچہ بچہ جانتا مانتا ہے کہ) حق تعالیٰ قادر مطلق
(اور ہر ممکن اس کے تحت قدرت ہے)
اور (یہ کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے محبوب وسید المحبوبین
(تمام محبوبان بارگاہ کے سردار وسر کے تاج)
کیا عقل سلیم (بشرطیکہ وہ سلیم ہو) تجویز کرتی (جائز وگوارا رکھتی) ہے۔
کہ ایسا قدیر (فعال لما یرید جو چاہے اور جیسا چاہے کرے)

ایسے عظیم ذی وجاہت، جان محبوبی، وکان عزت
(کہ جو ہوگیا، جو ہوگا اور جو ہو رہا ہے انھیں کی مرضی پر ہوا۔ انھیں کی مرضی پر ہوگا
اور انھیں کی مرضی پر ہو رہا ہے، ایسے محبوب ایسے مقبول)
کے لیے خیار خلق کو (کہ انبیاء ومرسلین کے بعد تمام خلائق پر فائق ہوں۔ حضور
کا صحابی)
جلیس وانیس (ہم نشین وغمخوار) ویار ومددگار مقرر نہ فرمائے
(نہیں ہرگز نہیں تو جبکہ مولائے قادر وقدیر جل جلالہ نے انھیں، ان کی یاری و
مددگاری، رفاقت وصحبت کے لیے منتخب فرمالیا تو اب)
جو ان میں سے کسی پر طعن کرتا ہے
جناب باری تعالیٰ کے کمال حکمت وتمام قدرت (پر الزام نقص ونا تمامی
کا لگاتا ہے) یا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غایت محبوبیت (کمال شان محبوبی) ونہایت
منزلت (وانتہائے عزت ووجاہت)
(اور ان مراتب رفیعہ اور مناصب جلیلہ)
پر حرف رکھتا ہے (جو انھیں بارگاہ صمدیت میں حاصل ہیں تو یہ مولائے قدوس
تعالیٰ شانہ کی بارگاہ میں یا اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب پاک میں گستاخانہ زبان
درازی ودریدہ دہنی ہے اور کھلی بغاوت)
اسی لئے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں
اللہ اللہ فی اصحابی۔ لا تتخذوھم غرضًا من بعدی
فمن احبھم فبحبی احبھم ومن ابغضھم فببغضی ابغضھم ط
من اذاھم فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ ط

ومن اذی اللہ فیوشک ان یّاخذہٗ

خدا سے ڈرو۔ خدا سے ڈرو میرے اصحاب کے حق میں

انھیں نشانہ نہ بنالینا میرے بعد

جو انھیں دوست رکھتا ہے میری محبت سے انھیں دوست رکھتا ہے۔

اور جو ان کا دشمن ہے، میری عداوت سے ان کا دشمن ہے۔

جس نے انھیں ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی۔

اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ کو ایذا دی

اور جس نے اللہ کو ایذا دی تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو گرفتار کرے۔

(یعنی زندان عذاب وبلا میں ڈال دے) رواہ الترمذی وغیرہ

اب اے خارجیو، ناصبیو!

(حضرات ختنین و امامین جلیلین سے خصوصًا، اپنے سینوں میں بغض وکینہ رکھنے اور انھیں چنیں وچناں کہنے والو!)

کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (مذکورہ بالا) اس ارشاد عام

اور جناب باری تعالیٰ نے آیۂ کریمہ

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ سے

(کہ اللہ تعالیٰ ان سے یعنی ان کی اطاعت واخلاص سے راضی اور وہ اس سے یعنی اس کے کرم وعطا سے راضی)

جناب ذو النورین (امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی)

وحضرت اسد اللہ غالب (امیر المؤمنین علی بن ابی طالب)

وحضرات سبطین کریمین (امام حسن وامام حسین) رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

(کو مستثنیٰ کر دیا اور اس استثناء کو تمھارے کان میں پھونک دیا ہے)

یا، اے شیعو! اے رافضیو! ان احکام شاملہ سے (کہ سب صحابہ کو شامل ہیں اور کل صحابہ کرام ان میں داخل ہیں)

خدا ورسول (جل وعلا، وصلی اللہ علیہ وسلم) نے

(امیر المؤمنین خلیفۃ المسلمین) حضرت صدیق اعظم

(وامیر المؤمنین امام المسلمین) جناب فاروق اکبر

(وامیر المؤمنین کامل الحیاء والایمان) حضرت مجہز جیش العسرۃ

(فی رضی الرحمٰن عثمان بن عفان)

وجناب امّ المؤمنین محبوبہ سید العالمین

(طیبہ، طاہرہ، عفیفہ) عائشہ صدیقہ بنت صدیق

وحضرات طلحہ وزبیر ومعاویہ

(کہ اول کے بارے میں ارشاد وارد کہ "اے طلحہ! یہ جبریل ہیں تجھے سلام کہتے ہیں اور بیان کرتے ہیں کہ میں قیامت کے ہولوں میں تمھارے ساتھ رہوں گا۔")

اور ثانی کے باب میں ارشاد فرمایا:

"یہ جبریل ہیں تجھے سلام کہتے ہیں اور بیان کرتے ہیں کہ میں روز قیامت تمھارے ساتھ رہوں گا یہاں تک کہ تمھارے چہرہ سے جہنم کی اڑتی چنگاریاں دور کروں گا۔"

امام جلال الدین سیوطی جمع الجوامع میں فرماتے ہیں سَنَدُہٗ صَحِیْحٌ (اس حدیث کی سند صحیح ہے)۔

اور حضرت امیر معاویہ تو اول ملوک اسلام اور سلطنت محمدیہ کے پہلے بادشاہ ہیں اسی کی طرف توراتِ مقدس میں اشارہ ہے کہ

مولدہٗ بمکّۃ ومہاجرہٗ طیبۃ وملکہ بالشام

وہ نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں پیدا ہوگا اور مدینہ کو ہجرت فرمائے گا

اور اس کی سلطنت شام میں ہوگی۔

(تو امیر معاویہ کی بادشاہی اگرچہ سلطنت ہے مگر کس کی ؟ محمد رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کی)

وغیرھم رضوان اللہ تعالیٰ علیھم الی یوم الدین کو خارج کر دیا

اور تمہارے کان ہیں (اللہ کے رسول نے چپ چاپ) کہہ دیا کہ

"اصحابی" سے ہماری مراد

اور آیت میں ضمیر "ھم" کے مصداق

ان لوگوں کے سوا (اور دوسرے صحابہ) ہیں۔

جو تم ان کے لئے خوارج (اور اے روافض) دشمن ہو گئے۔

اور عیاذاً باللہ (انھیں) لعن طعن سے یاد کرنے لگے۔

(اور شومئ بخت سے)

نہ یہ جانا کہ یہ دشمنی، درحقیقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دشمنی ہے۔

اور ان کی ایذاء حق تبارک وتعالیٰ کی ایذاء

(اور جہنم کا دائمی عذاب جس کی سزا)

مگر اے اللہ!

تیری برکت والی رحمت اور ہمیشگی والی عنایت

اس پاک فرقہ اہل سنت وجماعت پر

جس نے تیرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے سب ہم نشینوں

اور گلستان صحبت کے گل چینوں کو (ہمیشہ ہمیش کسی استثناء کے بغیر)

نگاہ تعظیم واجلال (اور نظر تکریم وتوقیر) سے دیکھنا۔

اپنا شعار و دثار (اپنی علامت ونشان) کرلیا

اور سب کو چرخ ہدایت کے ستارے

اور فلک عزت کے سیارے جاننا۔ عقیدہ کرلیا

کہ ہر ہر فرد بشران کا (بار و نیکوکار)

سرِ عدول واخیار واتقیاء وابرار کا سردار

اور امت کے تمام عدل گستر، عدل پرور، نیکوکار، پرہیزگار اور صالح بندوں کے سر کا

تاج ہے) تابعین سے لے کر تا بقیامت

امت کا کوئی ولی، کیسے ہی پایہ عظیم کو پہنچے۔

صاحب سلسلہ ہو، خواہ غیر ان کا

ہرگز ہرگز ان میں سے ادنیٰ کے رتبہ کو نہیں پہنچتا

اور ان میں ادنیٰ کوئی نہیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد صادق کے مطابق

اوروں کو کوہِ احد کے برابر سونا

ان کے نیم صاع (تقریباً دو کلو) جو کے برابر نہیں

جو قرب خدا، انھیں حاصل، دوسرے کو میسر نہیں۔

اور جو درجات عالیہ یہ پائیں گے، غیر کو ہاتھ نہ آئیں گے۔

(اہلسنت کے خواص تو خواص، عوام تک)

ان سب کو بالاجمال (کہ کوئی فرد ان کا شمول سے نہ جائے از اول تا آخر)

پرلے درجے کا بر و تقی (نیکوکار ومتقی) جانتے

اور تفاصیل احوال پر (کہ کس نے کس کے ساتھ کیا کیا اور کیوں کیا۔ اس)

پر نظر حرام مانتے (ہیں)

جو فعل (ان حضرات صحابہ کرام میں سے) کسی کا
اگر ایسا منقول بھی ہوا
جو نظر قاصر (و نگاہ کوتاہ بیں) میں ان کی شان سے
قدرے گرا ہوا ٹھہرے (اور کسی کوتاہ نظر کو اس میں حرف زنی کی گنجائش ملے)
اسے محمل حسن پہ اتارتے ہیں۔
(اور اسے ان کے خلوص قلب و حسن نیت پر محمول کرتے ہیں)
اور اللہ کا سچا قول "رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ" سن کر
آئینہ دل میں زنگ تفتیش کو جگہ نہیں دیتے
(اور تحقیق احوال واقعی کے نام کا میل کچیل، دل کے آبگینہ پر چڑھنے نہیں دیتے)
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حکم فرما چکے
إِذَا ذُكِرَ أَصْحَابِي فَأَمْسِكُوْا
"جب میرے اصحاب کا ذکر آئے تو باز رہو"
(سوءِ عقیدت اور بدگمانی کو قریب نہ پھٹکنے دو، تحقیق حال و تفتیش مآل میں
نہ پڑو)
ناچار اپنے آقا کا فرمان عالی شان۔ اور
یہ سخت وعیدیں، ہولناک تہدیدیں (ڈراوے اور دھمکیاں)
سن کر زبان بند کر لی اور دل کو سب کی طرف سے صاف کر لیا۔
(اور بلا چون و چرا) جان لیا کہ ان کے رتبے ہماری عقل سے وراء ہیں
پھر ہم انکے معاملات میں کیا دخل دیں
ان میں جو مشاجرات (صورۃً نزاعات و اختلافات) واقع ہوئے۔
ہم ان کا فیصلہ کرنے والے کون؟

گدائے خاک نشینی تو حافظا مخروش
رموزِ مملکت خویش خسرواں دانند

ع تیرا منہ ہے کہ تو بولے یہ سرکاروں کی باتیں ہیں

حاشا کہ ایک کی طرف داری میں، دوسرے کو برا کہنے لگیں۔
یا ان نزاعوں میں ایک فریق کو دنیا طلب ٹھہرائیں
بلکہ بالیقین جانتے ہیں کہ وہ سب مصالح دین کے خواست گار تھے۔
(اسلام و مسلمین کی سربلندی ان کا نصب العین تھی پھر وہ مجتہد بھی تھے۔ تو)
جس کے اجتہاد میں جو بات
دینِ الٰہی و شرعِ رسالت پناہی جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے
اصلح و انسب (زیادہ مصلحت آمیز اور احوالِ مسلمین سے مناسب تر)
معلوم ہوئی۔ اختیار کی
گو اجتہاد میں خطا ہوئی اور ٹھیک بات ذہن میں نہ آئی
لیکن وہ سب حق پر ہیں (اور سب واجب الاحترام)
ان کا حال بعینہ ایسا ہے جیسا فروع مذہب میں
(خود علمائے اہل سنت بلکہ ان کے مجتہدین مثلاً امام اعظم)
ابو حنیفہ و (امام) شافعی (وغیرہما) کے اختلافات
نہ ہرگز ان منازعات کے سبب، ایک دوسرے کو گمراہ فاسق جاننا
نہ ان کا دشمن ہو جانا
(جس کی تائید مولیٰ علی کے اس قول سے ہوتی ہے کہ اخواننا بغوا علینا یہ سب
ہمارے بھائی ہیں کہ ہمارے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے مسلمانوں کو تو یہ دیکھنا چاہیے کہ وہ
سب حضرات، آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جاں نثار اور سچے غلام ہیں۔ خدا اور رسول کی

بارگاہوں میں معظم و معزز اور آسمان ہدایت کے روشن ستارے ہیں اَصْحَابِی کَالنُّجُوْمِ)

بالجملہ ارشادات خدا اور رسول عز مجدہ وصلی اللہ علیہ وسلم سے

(اس پاک فرقہ اہل سنت وجماعت نے اپنا عقیدہ اور)

اتنا یقین کرلیا کہ سب (صحابہ کرام) اچھے اور عدل

وثقہ، تقی، نقی ابرار (خاصان پروردگار) ہیں۔

اوران (مشاجرات ونزاعات کی) تفاصیل پر نظر، گمراہ کرنے والی ہے

نظر اس کی، عصمت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء ہے کہ

اہل حق (اہل اسلام، اہلسنت وجماعت) شاہراہ عقیدت پر چل کر (منزل)

مقصود کو پہنچے۔

اور ارباب (غوایت واہل) باطل تفصیلوں میں خوض

(وناحق غور) کرکے مغاک (ضلالت اور) بددینی (کی گمراہیوں) میں جاپڑے

کہیں دیکھا وَعَصٰی آدَمُ رَبَّہٗ فَغَوٰی

(کہ اس میں عصیان اور بظاہر تعمیل حکم ربانی سے روگردانی کی نسبت حضرت

آدم علیہ السلام کی جانب کی گئی ہے)

کہیں سنا لِیَغْفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ

(جس سے ذنب یعنی گناہ وغفران ذنب یعنی بخشش گناہ کی نسبت کا،

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جناب والا کی جانب گمان ہوتا ہے)

کبھی موسیٰ (علیہ السلام) وقبطی (قوم فرعون) کا قصہ یاد آیا

(کہ آپ نے قبطی کو آمادہ ظلم پاکر ایک گھونسا مارا اور وہ قبطی قعر گور میں پہنچا۔)

کبھی (حضرت) داؤد (علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کے ایک امتی)

اوریاہ کا فسانہ سن پایا

(حالانکہ یہ الزام تھا یہود کا حضرت داؤد علیہ السلام پر۔ جسے انھوں نے خوب اچھالا اور زبان زد عوام الناس ہوگیا۔ حتیٰ کہ بربنائے شہرت، بلا تحقیق وتفتیش احوال بعض مفسرین نے اس واقعہ کو من وعن بیان فرمادیا جبکہ امام رازی فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ میری تحقیق میں سراسر باطل ولغو ہے۔

غرض بے عقل بے دینوں اور بے دین بدعقلوں نے یہ افسانہ سن پایا تو)

لگے چون وچرا کرنے

تسلیم وگردن نہادوں کے زینہ سے اترنے

پھر ناراضی خدا اور رسول کے سوا اور بھی کچھ پھل پایا؟

اور (الٹا) خُضْتُمْ کَالَّذِیْ خَاضُوْا

(اور تم بیہودگی میں پڑے جیسے وہ پڑے تھے اور اتباع باطل میں ان کی راہ

اختیار کی) نے حَقَّتْ کَلِمَۃُ الْعَذَابِ (مگر عذاب کا قول کا فروں پر ٹھیک اترا)

کا دن دکھایا اِلاَّ اَنْ یَّشَاءَ رَبِّیْ اِنَّہٗ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْد

(مسلمان ہمیشہ یہ بات ذہن نشین رکھیں کہ حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کبیرہ گناہوں سے مطلقاً اور گناہ صغیرہ کے عمداً ارتکاب، اور ہر ایسے امر سے جو خلق کے لیے باعث نفرت ہو اور مخلوق خدا، ان کے باعث ان سے دور بھاگے نیز ایسے افعال سے جو وجاہت ومروت اور معززین کی شان ومرتبہ کے برخلاف ہیں قبل نبوت اور بعد نبوت بالاجماع معصوم ہیں)

اَللّٰھُمَّ (نَسْئَلُکَ) اَلثَّبَاتَ عَلَی الْھُدٰی اِنَّکَ اَنْتَ الْعَلِیُّ الْاَعْلٰی

صحابہ کرام کے باب میں یاد رکھنا چاہیے کہ

وہ حضرات رضی اللہ عنہم اجمعین انبیاء نہ تھے۔ فرشتے نہ تھے کہ معصوم ہوں۔ ان میں سے بعض حضرات سے لغزشیں صادر ہوئیں مگر ان کی کسی بات پر گرفت اللہ ورسول کے

احکام کے خلاف ہے۔

اللہ عزوجل نے سورۂ حدید میں صحابہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دو قسمیں فرمائیں۔

۱۔ مَنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ

۲۔ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا

یعنی ایک وہ کہ قبل فتح مکہ مشرف بایماں ہوئے راہ خدا میں مال خرچ کیا اور جہاد کیا جب کہ ان کی تعداد بھی بہت قلیل تھی۔ اور وہ ہر طرح ضعیف و درماندہ بھی تھے۔ انھوں نے اپنے اوپر جیسے جیسے شدید مجاہدے گوارا کر کے اور اپنی جانوں کو خطروں میں ڈال کر، بے دریغ اپنا سرمایہ، اسلام کی خدمات کی نذر کر دیا۔ یہ حضرات مہاجرین و انصار میں سے سابقین اولین ہیں ان کے مراتب کا کیا پوچھنا۔ دوسرے وہ کہ بعد فتح مکہ ایمان لائے، راہ مولیٰ میں خرچ کیا اور جہاد میں حصہ لیا۔ ان اہل ایمان نے اس وقت اپنے اخلاص کا ثبوت، جہاد مالی و قتالی سے دیا۔ جب اسلامی سلطنت کی جڑ مضبوط ہو چکی تھی۔ اور مسلمان کثرت تعداد اور جاہ و مال ہر لحاظ سے بڑھ چکے تھے اجر ان کا بھی عظیم ہے لیکن ظاہر ہے کہ ان السابقون اولون کے درجہ کا نہیں۔

اسی لیے قرآن عظیم نے ان پہلوں کو ان پچھلوں پر تفضیل دی۔

اور پھر فرمایا کُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى

"ان سب سے اللہ تعالیٰ نے بھلائی کا وعدہ فرمایا"

کہ اپنے اپنے مرتبے کے لحاظ سے اجر ملے گا سب ہی کو محروم کوئی نہ رہے گا۔

اور جن سے بھلائی کا وعدہ کیا ان کے حق میں فرماتا ہے۔

اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ وہ جہنم سے دور رکھے گئے ہیں۔

لَا يَسْمَعُوْنَ حَسِيْسَهَا وہ جہنم کی بھنک تک نہ سنیں گے۔

وَهُمْ فِيْ مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُوْنَ

"وہ ہمیشہ اپنی من مانتی جی بھاتی مرادوں میں رہیں گے"۔

لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ

"قیامت کی وہ سب سے بڑی گھبراہٹ انھیں غمگین نہ کرے گی"۔

تَتَلَقّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ "فرشتے ان کا استقبال کریں گے"۔

هٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ

"یہ کہتے ہوئے کہ یہ ہے تمہارا وہ دن جس کا تم سے وعدہ تھا"۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم کے ہر صحابی کی یہ شان اللہ عزوجل بتاتا ہے تو جو کسی صحابی پر طعن کرے اللہ واحد قہار کو جھٹلاتا ہے۔

اور ان کے بعض معاملات جن میں اکثر حکایات کاذبہ ہیں ارشاد الٰہی کے مقابل پیش کرنا اہل اسلام کا کام نہیں۔

رب عزوجل نے اسی آیت حدید میں اس کا منہ بھی بند کر دیا کہ دونوں فریق صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھلائی کا وعدہ کر کے ساتھ ہی ارشاد فرما دیا۔

وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ اور اللہ کو خوب خبر ہے جو تم کرو گے۔

بایں ہمہ اس نے تمہارے اعمال جان کر حکم فرما دیا کہ وہ تم سب سے جنت بے عذاب و کرامت و ثواب بے حساب کا وعدہ فرما چکا ہے۔

تو اب دوسرے کو کیا حق رہا کہ ان کی کسی بات پر طعن کرے کیا طعن کرنے والا، اللہ سے جدا اپنی مستقل حکومت قائم کرنا چاہتا ہے اس کے بعد جو کوئی کچھ بکے وہ اپنا سر کھائے اور خود جہنم میں جائے۔

علامہ شہاب الدین خفاجی نسیم الریاض شرح شفائے قاضی عیاض میں فرماتے ہیں۔ جو حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر طعن کرے وہ جہنم کے کتوں میں سے

تنبیہ ضروری

اہل سنت وجماعت کا یہ عقیدہ کہ ونکف عن ذکر الصحابۃ الا بخیر

" یعنی صحابہ کرام کا جب بھی ذکر ہو تو خیر ہی کے ساتھ ہونا فرض ہے "

انھیں صحابہ کرام کے حق میں جو ایمان وسنت واسلام حقیقی پر تادم مرگ ثابت قدم رہے اور صحابہ کرام جمہور کے خلاف، اسلامی تعلیمات کے مقابل، اپنی خواہشات کے اتباع میں کوئی نئی راہ نہ نکالی اور وہ بدنصیب کہ اس سعادت سے محروم ہو کر اپنی دکان الگ جما بیٹھے اور اہل حق کے مقابل، قتال پر آمادہ ہو گئے۔ وہ ہرگز اس کا مصداق نہیں اس لیے علمائے کرام فرماتے ہیں۔ کہ جنگ جمل وصفین میں جو مسلمان ایک دوسرے کے مقابل آئے ان کا حکم خطائے اجتہادی کا ہے۔ لیکن اہل نہروان جو مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی تکفیر کر کے بغاوت پر آمادہ ہوئے وہ یقیناً فساق فجار، طاغی و باغی تھے اور ایک نئے فرقہ کے سامی وساعی جو خوارج کے نام سے موسوم ہوا اور اُمّت میں نئے فتنے اب تک اسی کے دم سے پھیل رہے ہیں (مدارج العوارف وغیرہ)

عشرہ مبشرہ وخلفائے اربعہ

اب ان سب میں افضل واعلیٰ واکمل حضرات عشرہ مبشرہ ہیں۔

وہ دس صحابی، جن کے قطعی جنتی ہونے کی بشارت وخوشخبری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی زندگی ہی میں سنادی تھی وہ عشرہ مبشرہ کہلاتے ہیں۔

یعنی حضرات ائمہ خلفائے اربعہ راشدین

حضرت طلحہ بن عبید اللہ

حضرت زبیر بن العوام

حضرت عبد الرحمن بن عوف

حضرت سعد بن ابی وقاص

حضرت سعید بن زید

حضرت ابو عبیدہ بن الجراح

دہ یار بہشتی اند قطعی — بوبکر و عمر، عثمان و علی
سعد ست سعید و بو عبیدہ — طلحہ ست و زبیر و عبد الرحمن

اور ان میں خلفائے اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اور

ان چار ارکان قصر ملت (ملت اسلامیہ کے عالی شان محل کے چار ستونوں)

و چار انہار باغ شریعت (اور گلستان شریعت کی ان چار نہروں)

کے خصائص و فضائل، کچھ ایسے رنگ پر واقع ہیں کہ

ان میں سے جس کسی کی فضیلت پر تنہا نظر کیجیے

یہی معلوم (و متبادر و مفہوم) ہوتا ہے کہ

جو کچھ ہیں یہی ہیں ان سے بڑھ کر کون ہوگا ؎

بہر گلے کہ ازیں چار باغ می نگرم

بہار دامن دل می کشد کہ جا ایں جا ست

علی الخصوص شمع شبستان ولایت، بہار چمنستان معرفت

امام الواصلین سید العارفین

(واصلان حق کے امام، اہل معرفت کے پیش رو)

خاتم خلافت نبوت، فاتح سلاسل طریقت

مولی المسلمین، امیر المومنین ابو الائمہ الطاہرین

(پاک طینت، پاکیزہ خصلت اماموں کے جدامجد

طاہر مطہر، قاسم کوثر

اسد اللہ غالب مظہر العجائب والغرائب مطلوب کل طالب سیدنا و مولانا علی

بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم و

حشرنا فی زمرتہ فی یوم عظیم

کہ اس جناب گردوں قباب (جن کے قبہ کی کلس آسمان برابر ہے ان) کے

مناقب جلیلہ (اوصاف حمیدہ) و محامد جمیلہ (خصائل حسنہ)

جس کثرت و شہرت کے ساتھ (کثیر و مشہور، زبان زد عام و خاص) ہیں

دوسرے کے نہیں

(پھر) حضرات شیخین، صاحبین صہیرین

(کہ ان کی صاحبزادیاں، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شرف زوجیت سے مشرف ہوئیں اور امہات المومنین، مسلمانوں ایمان والوں کی مائیں کہلائیں)

وزیرین (جیسا کہ حدیث شریف میں وارد کہ میرے دو وزیر آسمان پر ہیں جبرئیل ومیکائیل اور دو وزیر زمین پر ہیں، ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما)

امیرین (کہ ہر دو امیر المومنین ہیں)

مشیرین (دونوں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس شوریٰ کے رکن اعظم)

ضجیعین (ہم خوابہ اور دونوں اپنے آقا و مولیٰ کے پہلو بہ پہلو آج بھی مصروف استراحت)

رفیقین (ایک دوسرے کے یار و غمگسار)

سیدنا و مولٰنا عبد اللہ العتیق ابوبکر صدیق

و جناب حق مآب ابو حفص عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما

کی شان والاسب کی شانوں سے جدا ہے

اور ان پر سب سے زیادہ عنایت خدا اور رسول خدا جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے

بعد انبیاء و مرسلین و ملائکہ مقربین کے

جو مرتبہ ان کا خدا کے نزدیک ہے دوسرے کا نہیں

اور رب تبارک و تعالیٰ سے جو قرب و نزدیکی

اور بارگاہ عرش اشتباہ رسالت میں جو عزت و سربلندی

ان کا حصہ ہے اوروں کا نصیبا نہیں

اور منازلِ جنت و مواہب[1] بے منت میں

انھیں کے درجات سب پر عالی،

فضائل و فواضل (فضیلتوں اور خصوصی بخششوں)

وحسنات وطیبات (نیکیوں اور پاکیزگیوں)

میں انھیں کو تقدم و پیشی (یہی سب پر مقدم ۔ یہی پیش پیش)

ہمارے علماء و ائمہ نے اس (باب) میں مستقل تصنیفیں فرماکر

سعادت کونین وشرافت دارین حاصل کی ۔

(ان کے خصائل تحریر میں لائے، ان کے محاسن کا ذکر فرمایا ان کے اولیات وخصوصیات گنائے)

ورنہ غیر متناہی (جو ہماری فہم وفراست کی رسائی سے ماوراء ہو۔ اس)

کا شمار کس کے اختیار

واللہ العظیم اگر ہزار دفتر ان کے شرح فضائل (اور بسط فواضل)

میں لکھے جائیں یکے از ہزار تحریر میں نہ آئیں ؎

وعلی تفنن واصفیہ بحسنہ

یفنی الزماں وفیہ مالم یوصف

مگر کثرت فضائل وشہرت فواضل

(کثیر در کثیر فضیلتوں کا موجود اور پاکیزہ و برتر عزتوں مرحمتوں کا مشہور ہونا)

چیزے دیگر (اور بات ہے)

[1] مطبوعہ رسالہ میں "وذاب بے منت" مطبوع ہے اور حاشیہ پر تحریر کہ اصل میں ایسا ہی ہے فقیر نے لے مواہب لکھا جبکہ منازل کا ہم قافیہ ہے مناہل یعنی چشمے اور یہی انسب ہے ۱۲ ۔ محمد خلیل

اور فضیلت وکرامت

(سب سے افضل اور بارگاہ عزت میں سب سے زیادہ قریب ہونا)

امرے آخر (ایک اور بات ہے اس سے جدا و ممتاز)

فضل ، اللہ تعالیٰ کے ہاتھ ہے جسے چاہے عطا فرمائے

قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ

اس کی کتاب کریم اور اس کا رسول عظیم علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والتسلیم

علی الاعلان گواہی دے رہے ہیں کہ

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد ماجد مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے

روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں ۔

کُنْتُ عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَقْبَلَ اَبُوْبَکْرٍ وَعُمَرُ فَقَالَ یَا

عَلِیُّ ھٰذَانِ سَیِّدَا کُھُوْلِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ وَشَبَابِھَا بَعْدَ النَّبِیِّیْنَ وَالْمُرْسَلِیْنَ

"میں خدمت اقدس حضور افضل الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر تھا

کہ ابوبکر وعمر سامنے آئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ علی!

یہ دونوں سردار ہیں اہل جنت کے سب بوڑھوں اور جوانوں کے ، بعد

انبیاء و مرسلین کے ۔" (رواہ الترمذی، وابن ماجہ وعبداللہ بن الامام احمد)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ۔

حضور کا ارشاد ہے ۔ ابوبکر وعمر خیر الاولین وآخرین و

خَیْرُ اَھْلِ السَّمٰوٰتِ وَخَیْرُ اَھْلِ الْاَرْضِیْنَ

اِلَّا النَّبِیِّیْنَ وَالْمُرْسَلِیْنَ ط

ابوبکر وعمر بہتر ہیں سب اگلوں پچھلوں کے

اور بہتر ہیں سب آسمان والوں سے ۔

اور بہتر ہیں سب زمین والوں سے

سوا انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے

رواہ الحاکم فی الکنیٰ وابن عدی وخطیب

خود حضرت مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہٗ نے بار بار

اپنی کرسی مملکت وسطوت (دبدبہ) خلافت میں

افضلیت مطلقہ شیخین کی تصریح فرمائی۔

(اور صاف صاف واشگاف الفاظ میں بیان فرمایا کہ یہ دونوں حضرات علی الاطلاق

بلا قید جہت وحیثیت، تمام صحابہ کرام سے افضل ہیں)

اور یہ ارشادات ان سے تواتر ثابت ہوا کہ

اسّی سے زیادہ صحابہ و تابعین نے اسے روایت کیا۔

اور فی الواقع اس مسئلہ (افضلیت شیخین کریمین) کو

جیسا حق مآب مرتضوی نے صاف صاف واشگاف

بہ کرّات ومرّات (بار بار موقع بہ موقع اپنی)

جلوات وخلوات (عمومی محفلوں خصوصی نشستوں)

ومشاہد عامہ ومساجد جامعہ

(عامۃ الناس کی مجلسوں اور جامع مسجدوں)

میں ارشاد فرمایا، دوسروں سے واقع نہیں ہوا

(ازاں جملہ وہ ارشاد گرامی کہ)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت محمد بن حنفیہ

صاجزادہ جناب امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی

قَالَ قُلْتُ لِاَبِیْ اَیُّ النَّاسِ خَیْرٌ بَعْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ علیہ وسلّم؟

قال "ابوبکر"

قال "قلت ثم مَن؟ قال "عمر"

یعنی میں نے اپنے والد ماجد امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہٗ سے عرض کیا کہ

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب آدمیوں سے بہتر کون ہیں؟

ارشاد فرمایا "ابوبکر"۔ میں نے عرض کی پھر کون؟ فرمایا "عمر"

ابوعمر بن عبداللہ، حکم بن جحل سے اور دارقطنی اپنی سنن میں راوی

جناب امیر کرم اللہ وجہہٗ تعالیٰ فرماتے ہیں

لا اجد احدًا فضلنی علی ابی بکر وعمر الا جلدتہ حد المفتری

جسے میں پاؤں گا کہ شیخین (حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما)

سے مجھے افضل بتاتا (اور مجھے ان میں سے کسی پر فضیلت دیتا) ہے

اسے مفتری (افترا و بہتان لگانے والے) کی حد ماروں گا۔ اسّی کوڑے ہیں

ابوالقاسم طلحی کتاب السنۃ میں جناب علقمہ سے راوی

بلغ علیًا أن اقوامًا یفضلونہٗ علی ابی بکر وعمر

فصعد المنبر۔ فحمد اللہ واثنی علیہ ثم قال

ایہا الناس! انہ بلغنی ان اقوامًا یفضلونی علی ابی بکر وعمر

ولو کنت تقدمت فیہ لعاقبت فیہ

فمن سمعتہ بعد ھذا الیوم یقول ھذا

فہو مفتر۔ علیہ حد المفتری۔ ثم قال

ان خیر ھذہ الامۃ بعد نبیناصلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر ثم عمر

ثم اللہ اعلم بالخیر بعدہٗ

قال وفی المجلس الحسن بن علی فقال

واللہ لو سمعتی الثالث لسمیتی عثمٰن

یعنی جناب مولیٰ علی کو خبر پہنچی کہ کچھ لوگ انھیں

حضرات شیخین رضی اللہ عنہما پر تفضیل دیتے

(اور حضرت مولیٰ کو ان سے افضل بتاتے) ہیں

پس منبر پر تشریف لے گئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی پھر فرمایا

"اے لوگو! مجھے خبر پہنچی کہ کچھ لوگ مجھے ابوبکر و عمر سے افضل بتاتے ہیں

اور اگر میں نے پہلے سے سنا ہوتا تو اس میں سزا دیتا

یعنی پہلی بار تفہیم (و تنبیہ) پر قناعت فرماتا ہوں

پس اس دن کے بعد جسے ایسا کہتے سنوں گا

تو وہ مفتری (بہتان باندھنے والا) ہے اس پر مفتری کی حد لازم ہے

پھر فرمایا بے شک بہتر اس امت کے بعد ان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ابوبکر

ہیں۔ پھر عمر۔ پھر خدا خوب جانتا ہے بہتر کون ان کے بعد

اور مجلس میں امام حسن بھی جلوہ فرما تھے

انھوں نے ارشاد کیا خدا کی قسم اگر تیسرے کا نام لیتے تو عثمان کا نام لیتے۔

بالجملہ احادیث مرفوعہ و اقوال حضرت مرتضوی و اہل بیت نبوت

اس بارے میں لاتعداد و لاتحصٰی (بے شمار و لا انتہا) ہیں۔

کہ بعض کی تفسیر فقیر نے اپنے رسالہ تفضیل[1] میں کی

---

[1] اعلیٰحضرت قدس سرہ العزیز نے مسئلہ تفضیل شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر نوے جز کے قریب ایک کتاب مسمّٰی بہ منتہی التفصیل لمبحث التفضیل لکھی پھر مطلع القمرین فی ابانۃ سبقۃ العمرین میں اس کی تلخیص کی۔ غالباً اس ارشادِ گرامی میں اشارہ اسی کی طرف ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ محمد خلیل القادری عفی عنہ

اب اہل سنت (کے علمائے ذوی الاحترام) نے ان احادیث و آثار میں

جو نگاہ غور کو کام فرمایا تو تفضیل شیخین کی

صدہا تصریحیں (سینکڑوں صراحتیں) علی الاطلاق پائیں

کہیں جہت و حیثیت کی قید نہ دیکھی کہ

یہ صرف فلاں حیثیت سے افضل ہیں

اور دوسری حیثیت سے دوسروں کو افضلیت (حاصل ہے)

لہٰذا انھوں نے عقیدہ کر لیا کہ

گو فضائل خاصہ و خصائص فاضلہ (مخصوص فضیلتیں اور فضیلت میں خصوصیتیں)

حضرت مولیٰ (علی مشکل کشا کرم اللہ تعالیٰ وجہہٗ)

اور ان کے غیر کو بھی ایسے حاصل

(اور بعطائے الٰہی وہ ان خصوصیات کے تنہا حامل)

جو حضرات شیخین (کریمین جلیلین) نے نہ پائے

جیسے کہ اس کا عکس بھی صادق ہے

(کہ امیرینِ وزیرین کو وہ خصائصِ غالیہ اور فضائل عالیہ، بارگاہ الٰہی سے مرحمت ہوئے کہ ان کے غیر نے اس سے کوئی حصہ نہ پایا)

مگر فضل مطلق کلّی (کسی جہت و حیثیت کا لحاظ کیے بغیر فضیلت مطلقہ کلیہ)

جو کثرت ثواب و زیادت قرب رب الارباب سے عبارت ہے)

وہ انھیں کو عطا ہوا (اوروں کے نصیب میں نہ آیا)

(یعنی اللہ عزوجل کے یہاں زیادہ عزت و منزلت جسے کثرت ثواب سے بھی تعبیر کرتے ہیں وہ صرف حضرات شیخین نے پایا۔ اس سے مراد اجر و انعام کی کثرت و زیادت نہیں کہ بارہا مفضول کے لیے ہوتی ہے۔

حدیث میں تمہارا بیان سیدنا امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت آیا کہ ان میں سے ہر ایک کے لیے پچاس کا اجر ہے۔ صحابہ نے عرض کیا ان میں کے پچاس کا یا ہم میں کے۔ فرمایا "بلکہ تم میں کے"۔ تو اجر ان کا زائد ہوا۔ انعام و معاوضہ محنت انھیں زیادہ ملا مگر افضلیت میں وہ صحابہ کے ہم سر بھی نہیں ہو سکتے۔ زیارت در کنار۔ کہاں امام مہدی کی رفاقت اور کہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحابیت؟ اس کی نظیر بلا تشبیہ یوں سمجھیے کہ سلطان نے کسی مہم پر وزیر اور بعض دیگر افسروں کو بھیجا۔ اس کی فتح پر ہر افسر کو لاکھ لاکھ روپے انعام دیے اور وزیر کو خالی پروانہ خوشنودیٔ مزاج دیا۔ تو انعام انھیں افسروں کو زیادہ اور اجر و معاوضہ انھوں نے زیادہ پایا مگر کہاں وہ اور کہاں وزیر اعظم کا اعزاز

(بہار شریعت)

اور (یہ اہل سنت و جماعت کا وہ عقیدہ ثابتہ محکمہ ہے کہ)

اس عقیدہ کا خلاف اول تو کسی حدیث صحیح میں ہے ہی نہیں

اور اگر بالفرض کہیں ہوتے خلاف پائے بھی تو

سمجھ لے کہ یہ ہماری فہم کا قصور ہے (اور ہماری کوتاہ فہمی)

ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اور خود حضرت مولیٰ و اہلبیت کرام

(صاحب البیت ادری بما فیہ کے مصداق۔ اسرار خانہ سے مقابلۃً واقف تر)

کیوں بلا تقیید (کسی جہت وحیثیت کی قید کے بغیر)

انھیں افضل و خیر امت و سردار اولین و آخرین بتاتے

کیا آیۂ کریمہ (قل تعالوا ابناءنا و ابناءکم) و انفسنا و انفسکم

و حدیث صحیح من کنت مولاہ فعلیٌ مولاہ

اور خبر شدید الضعف و قوی الجرح (نہایت درجہ ضعیف و قابل شدید جرح و تعدیل)

لحمک لحمی و دمک دمی

(تمہارا گوشت میرا گوشت اور تمہارا خون میرا خون ہے)

بر تقدیر ثبوت (بشرطیکہ ثابت و صحیح مان لی جائے)

وغیر ذلک (احادیث و اخبار) سے انھیں آگاہی نہ تھی۔

(ہوش و حواس، علم و شعور اور فہم و فراست میں یگانہ روزگار رہتے ہوئے ان اسرار درون خانہ سے بیگانہ رہے اور اسی بیگانگی میں عمریں گزار دیں)

یا (انھیں آگاہی اور ان اسرار پر اطلاع) تھی تو وہ (ان واضح الدلالۃ الفاظ) کا مطلب نہ سمجھے (اور غیرت و شرم کے باعث اور کسی سے پوچھ نہ سکے)

یا سمجھے (حقیقت حال سے آگاہ ہوئے)

اور اس میں تفضیل شیخین کا خلاف پایا

(مگر خاموش رہے اور جمہور صحابہ کرام کے برخلاف عقیدہ رکھا زبان پر اس کا خلاف نہ آنے دیا اور حالانکہ یہ ان کی پاک جنابوں میں گستاخی اور ان پر تقیۂ ملعونہ کی تہمت تراشی ہے)

تو (اب ہم) کیونکر خلاف سمجھ لیں (کہ کہہ دیں کہ ان کے دل میں خلاف تھا زبان سے اقرار)

اور تصریحات بینہ و قاطعہ الدلالۃ

(روشن صراحتوں قطعی دلالتوں)

و غیر محتملۃ الخلاف کو (جن میں کسی خلاف کا احتمال نہیں کوئی ہیر پھیر نہیں)

کیسے پس پشت ڈال دیں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کہ حق تبارک و تعالیٰ نے

فقیر حقیر کو یہ ایسا جواب شافی تعلیم فرمایا کہ

منصف (انصاف پسند ذی ہوش) کے لیے اس میں کفایت

(اور یہ جواب اس کی صحیح رہنمائی وہدایت کے لیے کافی)

اور متعصب کو (کہ آتشِ غلو میں سلگتا اور ضد و نفسانیت کی راہ چلتا ہے)

اس میں غیظ بے نہایت (قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ انھیں آتشِ غضب میں جلنا مبارک)

(ہم مسلمانانِ اہلسنت کے نزدیک، حضرت مولیٰ کی ماننا)

یہی محبت علی مرتضیٰ ہے

اور اس کا بھی (یہی تقاضا) یہی مقتضیٰ ہے کہ محبوب کی اطاعت کیجیے

اور اس کے غضب اور اسّی کوڑوں کے استحقاق سے بچیے (والعیاذ باللہ)

اللہ اللہ۔ وہ امام الصدیقین، اکمل الاولیاء العارفین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم ومحبت کو حفظ جان پر مقدم رکھا حالانکہ جان کا رکھنا سب سے زیادہ اہم فرض ہے۔ اگر بوجہ ظلم عدو مکابرہ وغیرہ نماز پڑھنے میں معاذ اللہ ہلاکِ جان کا یقین ہو تو اس وقت ترکِ نماز کی اجازت ہوگی۔

یہی تعظیم ومحبت وجان نثاری و پروانہ واری شمع رسالت علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ ہے جس نے صدیق اکبر کو بعد انبیاء و مرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین تمام جہان پر تفوق بخشا اور ان کے بعد، تمام عالم، تمام خلق، تمام اولیاء تمام عرفاء سے افضل واکرم واکمل واعظم کردیا۔

وہ صدیق جس کی نسبت حدیث میں آیا کہ "ابوبکر کو کثرت صوم وصلوٰۃ کی وجہ سے تم پر فضیلت نہ ہوئی بلکہ اس سر کے سبب جو اس کے دل میں راسخ و متمکن ہے۔"

وہ صدیق۔ جس کی نسبت ارشاد ہوا "اگر ابوبکر کا ایمان، میری تمام امت کے ایمان کے ساتھ وزن کیا جائے تو ابوبکر کا ایمان غالب آئے۔"

وہ صدیق۔ کہ خود ان کے مولائے اکرم وآقائے اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"کسی کا ہمارے ساتھ کوئی ایسا سلوک نہیں ہے جس کا ہم نے عوض نہ کردیا ہو

سوا ابوبکر کے۔ کہ ان کا ہمارے ساتھ وہ حسنِ سلوک ہے جس کا بدلہ اللہ تعالیٰ انھیں روز قیامت دے گا۔"

وہ صدیق۔ جس کی افضلیت مطلقہ پر قرآن کریم کی شہادت ناطقہ ہے کہ فرمایا

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ

تم میں سب سے زیادہ عزت والا اللہ کے حضور وہ ہے جو تم سب میں اتقاء ہے

اور دوسری آیۂ کریمہ میں صاف فرمادیا وَسَیُجَنَّبُهَا الْاَتْقٰى

قریب ہے کہ جہنم سے بچایا جائے گا وہ اتقی

بشہادت آیتِ اولیٰ، ان آیات کریمہ سے وہی مراد ہے جو افضل واکرم امتِ مرحومہ ہے اور وہ نہیں مگر اہلِ سنت کے نزدیک صدیق اکبر۔

اور تفضیلیہ وروافض کے یہاں امیر المومنین مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مگر اللہ عزوجل کے لیے حمد کہ اس نے کسی کی تلبیس وتدلیس اور حق وباطل میں آمیزش وآویزش کو جگہ نہ چھوڑی۔ آیۂ کریمہ نے ایسے وصف خاص سے اتقی کی تعیین فرمادی جو صدیق اکبر کے سوا کسی پر صادق آہی نہیں سکتا۔

فرماتا ہے وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰۤى

اس پر کسی کا ایسا احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے۔

اور دنیا جانتی مانتی ہے کہ وہ صرف صدیق اکبر ہی ہیں جن کی طرف سے ہمیشہ بندگی وغلامی وخدمت ونیاز مندی اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے، براہِ بندہ نوازی قبول وپذیرائی کا برتاؤ رہا یہاں تک کہ خود ارشاد فرمادیا کہ بے شک تمام آدمیوں میں اپنی جان ومال سے کسی نے ایسا سلوک نہ کیا جیسا ابوبکر نے کیا۔"

جب کہ مولیٰ علی نے حضور مولائے کل، سید الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کے کنارِ اقدس میں پرورش پائی، حضور کی گود میں ہوش سنبھالا اور جو کچھ پایا بظاہر حالات یہیں سے پایا۔

تو آیۂ کریمہ میں وما لاحد عندہٗ من نعمۃ تجزیٰ سے مولیٰ علی قطعًا مراد نہیں ہو سکتے۔ بلکہ بالیقین صدیق اکبر ہی مقصود ہیں اور اسی پر اجماع مفسرین موجود۔

وہ صدیق۔ جنھیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرضیت حج کے بعد پہلے ہی سال میں امیر الحجاج مقرر فرمایا اور انھیں کو اپنے سامنے اپنے مرض الموت شریف میں اپنی جگہ امام مقرر فرمایا۔ حضرت مولیٰ علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ کا ارشاد ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جب ہم نے غور کیا (تو اس نتیجہ پر پہنچے) کہ نماز تو اسلام کا رکن ہے اور اسی پر دین کا قیام۔ اس لیے ہم نے امور خلافت کی انجام دہی کے لیے بھی اسی پر رضامندی ظاہر کر دی۔ جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے دین کے لیے پسند فرمایا تھا۔ اور اسی لیے ہم نے ابوبکر کی بیعت کر لی۔"

اور فاروق اعظم تو فاروق اعظم ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ

وہ فاروق جن کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگی کہ:۔

"اَللّٰھُمَّ اَعِزَّ الْاِسْلَامَ بِعُمَرَ بْنِ خَطَّابٍ خَاصَّۃً"

"وہ الٰہی اسلام کی خاص عمر بن خطاب کے اسلام سے عزتیں بڑھا۔"

اس دعائے کریم کے باعث عمر فاروق اعظم کے ذریعہ سے جو جو عزتیں اسلام کو ملیں، جو جو ذلتیں اسلام و مسلمین پر سے دفع ہوئیں۔ مخالف موافق سب پر روشن و مبین ولہذا سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مَا زِلْنَا اَعِزَّۃً مُنْذُ اَسْلَمَ عُمَرُ۔ ہم ہمیشہ معزز رہے جب سے عمر اسلام لائے (بخاری)

وہ فاروق۔ جن کے حق میں خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

"اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتا (رضی اللہ عنہ)

یعنی ان کی فطرت اتنی کاملہ تھی کہ اگر دروازہ نبوت بند نہ ہوتا تو محض فضل الٰہی سے

وہ نبی ہو سکتے تھے کہ اپنی ذات کے اعتبار سے نبوت کا کوئی مستحق نہیں)

وہ فاروق۔ جن کے بارے میں ارشاد محبوب رب العالمین موجود کہ

"عمر کہیں ہو، حق اس کی رفاقت میں رہے گا۔"

وہ فاروق۔ جن کے لیے صحابہ کرام کا اجماع کہ

"عمر علم کے نو حصے لے گئے" جبکہ ابوبکر صدیق، صحابہ میں سب سے زیادہ علم والے تھے۔

وہ فاروق۔ کہ جس راہ سے وہ گزر جائیں شیاطین کے دل دہل جائیں۔

وہ فاروق۔ کہ جب وہ اسلام لائے ملاءِ اعلیٰ کے فرشتوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں تہنیت و مبارکبادیوں کی ڈالیاں نذرانے میں پیش کیں۔

وہ فاروق۔ کہ ان کے روز اسلام سے، اسلام ہمیشہ عزتیں اور سربلندیاں ہی پاتا گیا۔ ان کا اسلام فتح تھا، ان کی ہجرت نصرت اور ان کی خلافت رحمت

(رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

اور جب ثابت ہو گیا کہ قرب الٰہی (معرفت و کثرت ثواب میں) شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو مزیت و تفوق (زیادت و فوقیت) ہے تو ولایت (خاصّہ جو ایک قرب خاص ہے کہ مولیٰ عزوجل اپنے برگزیدہ بندوں کو محض اپنے فضل و کرم سے عطا فرماتا ہے یہ) بھی انھیں کی اعلیٰ ہوئی (اور ولایت شیخین، جملہ اکابر اولیاء کی ولایت سے بالا) (ہاں) مگر ایک درجہ قرب الٰہی جل جلالہٗ ورزقنا اللہ کا

(ضروری اللحاظ اور خصوصًا حضرات علماء و فضلاءِ امت کی توجہ کا مستحق ہے اور وہ یہ ہے کہ مرتبہ تکمیل پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جانب کمالاتِ نبوت، حضرات شیخین کو قائم فرمایا اور جانب کمالاتِ ولایت حضرت مولیٰ علی مشکل کشا کو تو جملہ

اولیائے مابعد نے، مولیٰ علی ہی کے گھر سے نعمت پائی انھیں کے دست نگر تھا انھیں کے

دست نگر ہیں اور انھیں کے دست نگر رہیں گے)

پر ظاہر ہے کہ سیر الی اللہ میں تو سب اولیاء برابر ہوتے ہیں اور وہاں

لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ

(ہم اس کے کسی رسول پر ایمان لانے میں فرق نہیں کرتے)

کی طرح لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ اَوْلِيَآئِهٖ

(ہم اس کے دوستوں میں کوئی تفریق نہیں کرتے)

کہا جاتا ہے

(یعنی تمام اولیاء اللہ، اصل طریق ولایت یعنی سیر الی اللہ میں برابر ہوتے ہیں

اور ایک دوسرے پر سبقت و فضیلت کا قول باعتبار سیر فی اللہ کیا جاتا ہے کہ جب

سالک عالم لاہوت پر پہنچا، سیر و سلوک تمام ہوا یعنی سیر الی اللہ سے فراغت کے بعد سیر فی اللہ

شروع ہوتی ہے اور اس کی نہایت وحد نہیں)

جب (عالم لاہوت پر پہنچ کر) ماسوائے الٰہی آنکھوں سے گر گیا۔

اور مرتبہ فنا تک پہنچ کر آگے قدم بڑھا تو وہ سیر فی اللہ ہے

اس کے لیے انتہا نہیں

اور یہیں تفاوت قرب (بارگاہِ الٰہی میں عزت و منزلت اور کثرت ثواب میں فرق)

جلوہ گر ہوتا ہے۔

جس کی سیر فی اللہ زائد۔ وہی خدا سے زیادہ نزدیک

پھر بعضے بڑھتے چلے جاتے ہیں

(اور جذب الٰہی انھیں اپنی جانب کھینچتا رہتا ہے ان کی یہ سیر کبھی ختم نہیں ہوتی)

اور بعض کو دعوتِ خلق (و رہنمائی مخلوق الٰہی) کے لیے

منزل ناسوتی عطا فرماتے ہیں

(جسے عالم شہادت، و عالم خلق و عالم جسمانی وغیرہ بھی کہتے ہیں اور اس منزل میں

تعلق مع اللہ کے ساتھ، ان میں خلائق سے علاقہ پیدا کر دیا جاتا ہے اور وہ خلقِ خدا کی

ہدایت کی طرف بھی متوجہ رہتے ہیں۔)

ان سے طریقہ، خرقہ و بیعت کا رواج پاتا ہے اور

سلسلہ طریقت جنبش میں آتا ہے

مگر یہ معنی اسے مستلزم نہیں (اور اس سے یہ لازم نہیں آتا)

ان کی سیر فی اللہ اگلوں سے بڑھ جائے

(اور یہ دعوت خلق و رہنمائی مخلوق کے باعث، بارگاہ الٰہی میں، ان سے سوا

عزت و منزلت اور ثواب میں کثرت پا جائیں)

ہاں یہ ایک فضل جداگانہ ہے کہ

انھیں ملا اور دوسروں کو عطا نہ ہوا

تو یہ کیا ہزار ہا سی کی تخصیص کیسی؟)

اس کے سوا صد ہا خصائص حضرت مولیٰ کو ایسے ملے

کہ شیخین کو نہ ملے

مگر (بارگاہِ الٰہی میں) قرب و رفعتِ درجات میں

انھیں کو افزونی رہی (انھیں کو مزیت ملی اور انھیں کے قدم پیش پیش رہے)

ورنہ کیا وجہ ہے کہ ارشادات مذکورہ بالا میں

انھیں، ان سے افضل و بہتر کہا جاتا ہے

(اور وہ بھی علی الاطلاق، کسی جہت و حیثیت کی قید کے بغیر)

اور ان کی (یعنی حضرت مولیٰ علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الاسنیٰ)

کی افضلیت (اور ان کی ان حضرات پر تفضیل)

کا بہ تاکید اکید (مؤکد در مؤکد)

انکار کیا جاتا ہے

حالانکہ ادنیٰ ولی، اعلیٰ ولی سے افضل نہیں ہو سکتا ہے

آخر دیکھیے حضرت امیر (مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم)

کے خلفائے کرام میں حضرت سبط اصغر (سیدنا امام حسین)

و جناب خواجہ حسن بصری کو تنزل ناسوتی ملا

اور حضرت سبط اکبر (سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے کوئی سلسلہ جاری نہ ہوا

حالانکہ قرب ولایت امام مجتبیٰ (سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

ولایت و قرب خواجہ (حسن بصری) سے بالیقین اتم و اعلیٰ (برتر و بالا)

اور ظاہر احادیث سے سبط اصغر شہزادہ گلگوں قبا

(شہید کرب و بلا)

پر بھی ان کا فضل ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

عقیدہ سابعہ

مشاجرات صحابۂ کرام

حضرت مرتضوی (امیر المومنین سیدنا علی مرتضیٰ) رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

جنھوں نے مشاجرات و منازعات کیے

(اور اس حق مآب صائب الرائے کی رائے سے مختلف ہوئے اور ان اختلافات کے باعث، ان میں جو واقعات رو نما ہوئے کہ ایک دوسرے کے مدمقابل آئے مثلاً جنگ جمل میں حضرت طلحہ و زبیر و صدیقہ عائشہ اور جنگ صفین میں حضرت امیر معاویہ بمقابلہ مولیٰ علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

ہم اہلسنت ان میں حق، جانب جناب مولیٰ (مانتے)

اور ان سب کو (مورد لغزش) بر غلط و خطا

اور حضرت اسد اللہی کو بدرجہا

ان سے اکمل و اعلیٰ جانتے ہیں

مگر بایں ہمہ بلحاظ احادیث مذکورہ

(کہ ان حضرات کے مناقب و فضائل میں مروی ہیں)

زبان طعن و تشنیع، ان دوسروں کے حق میں نہیں کھولتے

اور انھیں ان کے مراتب پر

جو ان کے لیے شرع میں ثابت ہوئے رکھتے ہیں۔

کسی کو کسی پر اپنی ہوائے نفس سے فضیلت نہیں دیتے۔

اور ان کے مشاجرات میں دخل اندازی کو حرام جانتے ہیں

اور ان کے اختلافات کو، ابوحنیفہ و شافعی جیسا اختلاف سمجھتے ہیں۔

تو ہم اہلسنت کے نزدیک؛ ان میں سے کسی ادنیٰ صحابی پر بھی طعن جائز نہیں

چہ جائیکہ اُمّ المومنین صدیقہ (عائشہ طیبہ طاہرہ) رضی اللہ تعالیٰ عنہا

کی جناب رفیع (اور بارگاہ وقیع) میں طعن کریں

حاش! یہ اللہ و رسول کی جناب میں گستاخی ہے

اللہ تعالیٰ ان کی تطہیر و برئیت

(پاکدامنی و عفت اور منافقین کی بہتان تراشی سے براءت)

میں آیات نازل فرمائے

اور ان پر تہمت دھرنے والوں کو وعیدیں عذاب الیم کی سنائے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم انھیں اپنی سب ازواج مطہرات میں زیادہ چاہیں

جہاں منہ رکھ کر عائشہ صدیقہ پانی پئیں

حضور اسی جگہ اپنا لب اقدس رکھ کر

وہیں سے پانی پئیں

یوں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سب ازواج (مطہرات، طیبات، طاہرات)

دنیا و آخرت میں حضور ہی کی بیبیاں ہیں

مگر عائشہ سے محبت کا یہ عالم ہے کہ ان کے حق میں ارشاد ہوا کہ

یہ حضور کی بی بی ہیں دنیا و آخرت میں

حضرت خیر النساء یعنی فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حکم ہوا ہے کہ

فاطمہ تو مجھ سے محبت رکھتی ہے تو عائشہ سے بھی محبت رکھ

کہ میں اسے چاہتا ہوں

(چنانچہ صحیح مسلم میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ فاطمہ سے فرمایا

اَیْ بُنَیَّتِہٖ : اَلَسْتِ تُحِبِّیْنَ مَا اُحِبُّ ؟

فَقَالَتْ بَلٰی۔ فَقَالَ اَحِبِّیْ ھٰذِہٖ۔

پیاری بیٹی جس سے میں محبت کرتا ہوں کیا تو اس سے محبت نہیں رکھتی؟

عرض کیا، بالکل یہی درست ہے (جسے آپ چاہیں میں ضرور اسے چاہوں گی)

فرمایا۔ تب تو بھی عائشہ سے محبت رکھا کر۔

سوال ہوا سب آدمیوں میں حضور کو محبوب کون ہیں؟

جواب عطا ہوا "عائشہ"

وہ عائشہ صدیقہ بنت الصدیق، اُمُّ المؤمنین

جن کا محبوبۂ رب العالمین ہونا، آفتاب نیم روز سے روشن تر

وہ صدیقہ، جن کی تصویر بہشتی حریر میں

روح القدس، خدمت اقدس سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر لائیں

وہ اُمّ المومنین کہ جبرئیل امین باں فضل مبین، انھیں سلام کریں

اور ان کے کاشانۂ عزت و طہارت میں بے اذن لیے حاضر نہ ہو سکیں

نوٹ:۔ بریلی شریف سے شائع ہونے والے رسالہ میں مذکور کہ یہاں اصل میں بہت بیاض ہے۔ درمیان میں کچھ ناتمام سطریں ہیں مناسبتِ مقام سے جو کچھ فہم قاصر میں آیا بنا دیا ۱۲۔ اس فقیر نے ان اضافوں کو، اصل عبارت سے ملا کر قوسین میں محدود کر دیا ہے تاکہ اصل و اضافہ میں امتیاز رہے اور ناظرین کو اس کا مطالعہ سہل ہو۔ اس میں غلطی ہو تو فقیر کی جانب منسوب کیا جائے محمد خلیل عفی عنہ

وہ صدیقہ کہ اللہ عزوجل وحی نہ بھیجے، ان کے سوا کسی کے لحاف میں
وہ ام المومنین کہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اگر کسی سفر میں،
بے ان کے تشریف لے جائیں ان کی یاد میں "واعروسا" فرمائیں
وہ صدیقہ کہ یوسف صدیق علیہ الصلوٰۃ والسلام۔
کی براءت وپاکدامنی کی شہادت، اہل زلیخا سے ایک بچہ ادا کرے
بتول مریم کی تطہیر وعفت ما بی، روح اللہ کلمۃ اللہ فرمائیں
مگر ان کی براءت پاک طینتی، پاک دامانی وطہارت،
کی گواہی میں قرآن کریم کی آیات کریمہ نزول فرمائیں
وہ اُمّ المومنین کہ محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم
ان کے پانی پینے میں دیکھتے رہیں کہ کوزے میں،
کس جگہ لب مبارک رکھ کر پانی پیا ہے۔
حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے لب ہائے مبارک وخدا پسند
وہیں رکھ کر پانی نوش فرمائیں
صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلَیْہَا وَعَلٰی اَبِیْہَا وَبَارِکْ وَسَلَّمْ

آدمی اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر دیکھے اگر کوئی اس کی ماں کی توہین کرے اس پر بہتان اٹھائے یا اسے بُرا بھلا کہے تو اس کا کیسا دشمن ہو جائے گا اس کی صورت دیکھ کر آنکھوں میں خون اتر آئے گا اور مسلمانوں کی مائیں یوں بے قدر ہوں کہ کلمہ پڑھ کر ان پر طعن کریں تہمت دھریں اور مسلمان کے مسلمان بنے رہیں۔

(ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم)

اور زبیر وطلحہ ان سے بھی افضل
کہ عشرہ مبشرہ سے ہیں۔

وہ (یعنی زبیر بن العوام) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی
اور حواری (جاں باز، معاون ومددگار)
اور یہ (یعنی طلحہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور کے لیے
سپر۔ وقت جان نثاری (جیسے ایک جاں نثار نڈر سپاہی وسرفروش محافظ)
رہے امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو
ان کا درجہ ان سب کے بعد ہے
اور حضرت مولیٰ علی (مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الاسنیٰ)
کے مقام رفیع (مراتب بلند وبالا)
وشان منیع (عظمت ومنزلت محکم واعلا)
تک تو ان سے وہ دور دراز منزلیں ہیں
جن میں ہزاروں ہزار، رہوار برق کردار
(ایسے کشادہ وفراخ قدم گھوڑے، جیسے بجلی کا کوندا)
صبا رفتار (ہوا سے بات کرنے والے تیزرو، تیز گام)
تھک رہیں اور قطع (مسافت) نہ کر سکیں۔

مگر فضل صحبت (وشرف صحابیت وفضل وشرف سعادت اور خدائی دین ہے۔ جس سے مسلمان آنکھ بند نہیں کر سکتے تو ان پر لعن طعن یا ان کی توہین تنقیص کیسے گوارا رکھیں اور کیسے سمجھ لیں کہ مولیٰ علی کے مقابلے میں انھوں نے جو کچھ کیا بربنائے نفسانیت تھا۔ صاحب ایمان مسلمان کے خواب وخیال میں بھی یہ بات نہیں آسکتی۔

ہاں ایک بات کہتے ہیں اور ایمان لگی کہتے ہیں کہ
ہم تو بحمد اللہ، سرکار اہلبیت (کرام)
کے غلامان خانہ زاد ہیں (اور موروثی خدمتگار، خدمت گزار)

ہمیں (امیر) معاویہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے کیا رشتہ

کہ خدانخواستہ، ان کی حمایت بے جا کریں

مگر ہاں اپنی سرکار کی طرفداری

(اور امرِ حق میں ان کی حمایت و پاسداری)

اور ان (حضرت امیر معاویہ) کا (خصوصًا)

الزام بدگوشیاں (اور دریدہ دہنوں، بدزبانوں کی تہمتوں)

سے بری رکھنا منظور ہے۔

کہ ہمارے شہزادہ اکبر حضرت سبط (اکبر، حسن) مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نے حسب بشارت اپنے جدِ امجد سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے

بعد اختتام مدت (خلافت راشدہ کہ منہج نبوت پر تیس سال رہی اور سیدنا

امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چھ ماہ مدت خلافت پر ختم ہوئی)

عین معرکہ جنگ میں (ایک فوج جرار کی ہمراہی کے باوجود)

ہتھیار رکھ دیے (بالقصد والاختیار)

اور ملک (اور امور مسلمین کا انتظام و انصرام)

امیر معاویہ کو سپرد کر دیا (اور ان کے ہاتھ پر بیعت اطاعت فرمالی)

اگر امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ العیاذ باللہ

کافر یا فاسق فاجر یا ظالم جائر تھے

یا غاصب جابر تھے (ظلم و جور و جبر پہ کمربستہ)

توالزام امام حسن پر آتا ہے

کہ انھوں نے کاروبار مسلمین و انتظام شرع و دین

باختیار خود (بلا جبر و اکراہ بلا ضرورت شرعیہ، باوجود مقدرت)

ایسے شخص کو تفویض فرما دیا (اور اس کی تحویل میں دے دیا)

اور خیر خواہی اسلام کو معاذ اللہ کام نہ فرمایا (اس سے ہاتھ اٹھا لیا)

اگر مدت خلافت ختم ہو چکی تھی

اور آپ (خود) بادشاہت منظور نہیں فرماتے (رکھتے)

تو صحابہ حجاز میں کوئی اور

قابلیت نظم و نسق دین نہ رکھتا تھا

جو انھیں کو اختیار کیا (اور انھیں کے ہاتھ پہ بیعت اطاعت کر لی)

حاش للہ

بلکہ یہ بات، خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک پہنچتی ہے

کہ حضور نے اپنی پیش گوئی میں

ان کے اس فعل کو پسند فرمایا اور ان کی سیادت کا نتیجہ ٹھہرایا

کما فی صحیح البخاری

صادق و مصدوق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت فرمایا:۔

اِنَّ ابْنِیْ هٰذَا سَیِّدٌ

لَعَلَّ اللّٰهَ اَنْ یُّصْلِحَ بِهٖ بَیْنَ فِئَتَیْنِ عَظِیْمَتَیْنِ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ط

"(میرا یہ بیٹا سید ہے، سیادت کا علمبردار)

میں امید کرتا ہوں کہ اللہ عزوجل اس کے باعث

دو بڑے گروہ اسلام میں صلح کرا دے"۔

آیۂ کریمہ کا ارشاد ہے وَنَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ

اور ہم نے ان کے سینوں میں سے کینے کھینچ لیے۔

"جو دنیا میں ان کے درمیان تھے اور طبیعتوں میں جو کدورت و کشیدگی تھی اسے رفق و الفت سے بدل دیا اور ان میں آپس میں نہ باقی رہی مگر مودت و محبت"۔

اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ آپ نے فرمایا کہ

"ان شاء اللہ تعالیٰ میں اور عثمان، اور طلحہ و زبیر ان میں سے ہیں

جن کے حق میں اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا کہ نزعنا الآیہ"

حضرت مولیٰ کے اس ارشاد کے بعد بھی، ان پر الزام دینا عقل و خرد سے جنگ ہے مولیٰ علی سے جنگ ہے اور خدا و رسول سے جنگ ہے۔ والعیاذ باللہ

جب کہ تاریخ کے اوراق، شاہد عادل ہیں کہ حضرت زبیر کو جونہی اپنی غلطی کا احساس ہوا انھوں نے فوراً جنگ سے کنارہ کشی کر لی۔

اور حضرت طلحہ کے متعلق بھی روایات میں آتا ہے کہ انھوں نے اپنے ایک مددگار کے ذریعے حضرت مولیٰ علی سے بیعت اطاعت کر لی تھی۔

اور تاریخ سے ان واقعات کو کون جھیل سکتا ہے کہ جنگ جمل ختم ہونے کے بعد حضرت مولیٰ علی مرتضیٰ نے حضرت عائشہ کے برادر معظم محمد بن ابی بکر کو حکم دیا کہ وہ جائیں اور دیکھیں کہ حضرت عائشہ کو خدانخواستہ کوئی زخم وغیرہ تو نہیں پہنچا۔

بلکہ بعجلت تمام خود بھی تشریف لے گئے اور پوچھا

"آپ کا مزاج کیسا ہے؟"

انھوں نے جواب دیا "الحمد للہ اچھی ہوں"۔

مولیٰ علی نے فرمایا "اللہ تعالیٰ آپ کی بخشش فرمائے"۔

حضرت صدیقہ نے جواب دیا "اور تمھاری بھی"۔

پھر مقتولین کی تجہیز و تکفین سے فارغ ہو کر، حضرت مولیٰ نے حضرت صدیقہ کی

واپسی کا انتظام کیا اور پورے اعزاز و اکرام کے ساتھ محمد بن ابی بکر کی نگرانی میں، چالیس معزز عورتوں کے جھرمٹ میں ان کو جانب حجاز رخصت کیا

خود حضرت علی نے دور تک مشایعت کی، ہمراہ رہے۔

امام حسن میلوں تک ساتھ گئے۔

چلتے وقت حضرت صدیقہ نے، مجمع میں اقرار فرمایا کہ:-

"مجھ کو علی سے نہ کسی قسم کی کدورت پہلے تھی اور نہ اب ہے ہاں ساس داماد (یا دیور بھاوج) میں کبھی کبھی جو بات ہو جایا کرتی ہے اس سے مجھے انکار نہیں"۔

حضرت علی نے یہ سن کر ارشاد فرمایا:-

"لوگو! حضرت عائشہ سچ کہہ رہی ہیں خدا کی قسم مجھ میں اور ان میں، اس سے زیادہ اختلاف نہیں ہے، بہرحال خواہ کچھ ہو یہ دنیا و آخرت میں تمھارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ ہیں (اور ام المؤمنین)

اللہ اللہ! ان یاران پیکر صدق و صفا میں

باہمی یہ رفق و مودت اور عزت و اکرام اور ایک دوسرے کے ساتھ یہ معاملہ تعظیم و احترام اور ان عقل سے بیگانوں اور نادان دوستوں کی حمایت علی کا یہ عالم کہ ان پر لعن طعن کو اپنا مذہب اور اپنا شعار بنائیں اور ان سے کدورت و دشمنی کو مولیٰ علی سے محبت و عقیدت ٹھہرائیں۔

وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ

مسلمانان اہلسنت اپنا ایمان تازہ کر لیں اور سن رکھیں کہ

اگر صحابہ کرام کے دلوں میں کھوٹ، نیتوں میں فتور اور معاملات میں فتنہ و فساد، ہو تو

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ کے کوئی معنی ہی نہیں ہو سکتے۔

صحابہ کرام کے عنداللہ مرضی و پسندیدہ ہونے کے معنی یہی تو ہیں کہ وہ مولائے کریم ان کے ظاہر و باطن سے راضی ان کی نیتوں اور مافی الضمیر سے خوش ہے اور ان کے اخلاق و اعمال بارگاہِ عزت میں پسندیدہ ہیں۔

اسی لیے ارشاد فرمایا ہے کہ:۔

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ الاٰية

"یعنی اللہ تعالیٰ نے تمھیں ایمان پیارا کر دیا ہے اور اسے تمھارے دلوں میں آراستہ کر دیا ہے اور کفر اور حکم عدولی اور نافرمانی تمھیں ناگوار کر دی ہے"۔

اب جو کوئی اس کے خلاف کہے اپنا ایمان خراب کرے اور اپنی عاقبت برباد۔ والعیاذ باللہ۔

عقیدۂ ثامنہ

امامت صدیق اکبر

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نیابت مطلقہ کو امامت کبریٰ اور اس منصب عظیم پر فائز ہونے والے کو امام کہتے ہیں۔

امام المسلمین، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت سے، مسلمانوں کے تمام امور دینی و دنیوی میں حسب شرع، تصرف عام کا اختیار رکھتا ہے اور غیر معصیت میں اس کی اطاعت تمام جہان کے مسلمانوں پر فرض ہوتی ہے۔

اس امام کے لیے مسلمان آزاد، عاقل، بالغ قادر، قرشی ہونا شرط ہے۔

ہاشمی علوی اور معصوم ہونا اس کی شرط نہیں۔

ان کا شرط کرنا، روافض کا مذہب ہے جس سے ان کا مقصد یہ ہے کہ برحق امرائے مومنین، خلفائے ثلثہ، ابوبکر صدیق، و عمر فاروق و عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو خلافت رسول سے جدا کر دیں۔

حالانکہ ان کی خلافتوں پر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے۔

مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم و حضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ان کی خلافتیں تسلیم کیں۔

اور علویت کی شرط نے تو مولیٰ علی کو بھی خلیفہ ہونے سے خارج کر دیا۔

مولیٰ علی کیسے علوی ہو سکتے ہیں۔

رہی عصمت یہ انبیاء وملئکہ کا خاصہ ہے امام کا معصوم ہونا رافض کا مذہب ہے

(بہار شریعت)

ہم مسلمانان اہلسنت وجماعت کے نزدیک

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد (خلافت و

امامت صدیق اکبر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

بالقطع التحقیق (قطعاً، یقیناً، تحقیقاً)

حقہ راشدہ ہے (ثابت ودرست، ارشد وہدایت پر مبنی)

نہ غاصبہ جائرہ (کہ غصب یا جور وجبر سے حاصل کی گئی)

رحمت ورافت (مہربانی وشفقت)

حسن سیادت (بہتر ولائق تر امارت)

ولحاظ مصلحت (تمام مصلحتوں سے ملحوظ)

وحمایت ملت (شریعت کی حمایتوں سے معمور)

وپناہ امت سے مزین (آراستہ وپیراستہ)

اور عدل وداد (انصاف وبرابری)

وصدق وسداد (راستی ودرستی)

ورشد وارشاد (راست روی وحق نمائی)

وقطع فساد وقمع اہل ارتداد (مرتدین کی بیخ کنی)

سے محلیٰ (سنواری ہوئی)

اول تو تلویحات وتصریحات (روشن وصریح ارشادات)

سید الکائنات علیہ وعلیٰ آلہ افضل الصلوات والتحیات)

اس بارے میں بکثرت وارد

دوسرے، خلافت اس جناب تقویٰ مآب کی

باجماع صحابہ واقع ہوئی۔

(اور آپ کا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تخت خلافت پر جلوس فرمانا

فرامین واحکام جاری کرنا۔ ممالک اسلامیہ کا نظم ونسق سنبھالنا

اور تمام امور مملکت ورزم وبزم کی باگیں اپنے دست حق پرست میں لینا، وہ

تاریخی واقعہ، مشہور ومتواتر، اظہر من الشمس ہے۔

جس سے دنیا میں۔ موافق مخالف

حتیٰ کہ نصاریٰ ویہود ومجوس وہنود

کسی کو انکار نہیں۔

اور ان محبان خدا ونوابان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابداً ابدا سے "شیعانِ

علی" کو زیادہ عداوت کا مبنیٰ یہی ہے کہ ان کے زعم باطل میں استحقاق خلافت حضرت

مولیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الاسنیٰ میں منحصر تھا۔

جب بحکم الٰہی خلافت راشدہ، اول ان تین سرداران مومنین کو پہنچی روافض نے

انھیں معاذ اللہ، مولیٰ علی کا حق چھیننے والا اور ان کی خلافت وامامت کو غاصبہ

جائرہ ٹھہرایا۔

اتنا ہی نہیں بلکہ تقیہ شقیہ کی تہمت کی بدولت

حضرت اسد اللہ غالب کو عیاذاً باللہ

سخت نامرد وبزدل وتارک حق ومطیع باطل ٹھہرایا۔ ع

دوستی بے خرداں دشمنی ست

(الغرض آپ کی امامت وخلافت پر تمام صحابہ کرام کا اجماع ہے)

اور باطل پر اجماع امت

خصوصاً اصحاب حضرت رسالت علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والتحیۃ

کا ممکن نہیں

اور مان لیا جائے تو غضب وظلم پر اتفاق سے عیاذاً باللہ سب فساق ہوئے

اور یہی لوگ حاملان قرآن مبین وراویان دین متین ہیں

جو انھیں فاسق بتائے اپنے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک

دوسرا سلسلہ پیدا کرے یا ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔

اسی طرح، ان کے بعد، خلافت فاروق پھر امامت ذی النورین، پھر

جلوہ فرمائی ابوالحسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

عقیدہ تاسعہ ۹

ضروریاتِ دین

نصوص قرآنیہ (اپنی مراد پر واضح آیات فرقانیہ)

واحادیثِ مشہورہ متواترہ (شہرت اور تواتر سے مؤید)

واجماع امت مرحومہ مبارکہ

(کہ یہ قصر شریعت کے اساسی ستون ہیں اور شبہات وتاویلات سے پاک

ان میں سے ہر دلیل، قطعی یقینی واجب الاذعان اور ثبوت، ان)

سے جو کچھ دربارہ الوہیت (ذات وصفات باری تعالیٰ)

ورسالت (ونبوت انبیاء ومرسلین، وحی رب العالمین)

(وکتب سماوی، وملئکہ وجن وبعث وحشر ونشر وقیام قیامت، قضا وقدر)

وما کان وما یکون (جملہ ضروریات دین)

ثابت (اوران دلائل قطعیہ سے مدلل، ان براہین واضحہ سے مبرہن)

سب حق ہے اور ہم سب پر ایمان لائے

جنت اور اس کے جانفزا احوال

(کہ لا عین رأت ولا اذن سمعت ولا خطر ببال احد (وہ عظیم نعمتیں وہ نعیم عظمتیں

اور جان ودل کو مرغوب ومطلوب وہ لذتیں جن کو نہ آنکھوں نے دیکھا نہ کانوں نے سنا،

نہ کسی کے دل پر ان کا خطرہ گذرا)

دوزخ اور اس کے جاں گزا حالات

(کہ وہ ہر تکلیف واذیت جو ادراک کی جائے اور تصور میں لائی جائے، ایک ادنیٰ حصہ ہے اس کے بے انتہا عذاب کا، والعیاذ باللہ)

قبر کے نعیم وعذاب

(کہ وہ جنت کی کیاریوں میں سے ایک کیاری ہے یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا)

منکر ونکیر سے سوال وجواب

روز قیامت حساب وکتاب

ووزن اعمال (جس کی حقیقت اللہ جانے اور اس کا رسول)

وکوثر (کہ میدان حشر کا ایک حوض ہے اور جنت کا طویل وعریض چشمہ)

وصراط (بال سے زیادہ باریک تلوار سے زیادہ تیز، پشت جہنم پر ایک پل)

وشفاعۃ عصاۃ اہل کبائر

(یعنی گناہگاران امت مرحومہ کہ کبیرہ گناہوں میں ملوث رہے ان کیلئے سوال بخشش)

اور اس کے سبب اہل کبائر کی نجات

الیٰ غیر ذلک من الواردات

سب حق (ہے اور سب ضروری القبول)

جبر وقدر باطل (اپنے آپ کو مجبور محض یا بالکل مختار سمجھنا دونوں گمراہی)

ذٰلِكُمْ اَمْرٌ بَيْنَ اَمْرَيْنِ

(اختیار مطلق اور جبر محض کے بین بین راہ سلامتی اور اس میں زیادہ غور وفکر مسبب ہلاکت، صدیق وفاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس مسئلہ میں بحث کرنے سے منع فرمائے گئے ما وشما کس گنتی میں)

جو بات ہماری عقل میں نہیں آتی۔

(اس میں خواہ مخواہ نہیں الجھتے اور اپنی اندھی اوندھی عقل کے گھوڑے نہیں دوڑاتے بلکہ)

اس کو موکول بخدا کرتے

(اللہ عزوجل کو سونپتے کہ واللہ اعلم بالصواب)

اور اپنا نصیبہ اٰمَنَّا بِهٖ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا

(بناتے ہیں کہ سب کچھ حق کی جانب سے ہے سب حق ہے اور سب پر ہمارا ایمان ہے)

مصطفےٰ اندر میاں آنگہ کہ می گوید بعقل

آفتاب اندر جہاں آنگہ کہ می جوید سہا

قال الرضا ہے

عرش پہ جا کے مرغ عقل تھک کے گرا، غش آگیا
اور ابھی منزلوں پرے، پہلا ہی آستان ہے

یاد رکھنا چاہیے کہ

وحی الٰہی کا نزول، کتب آسمانی کی تنزیل، جن وملئکہ، قیامت وبعث، حشر ونشر، حساب وکتاب، ثواب وعذاب اور جنت ودوزخ کے وہی معنی ہیں جو مسلمانوں میں مشہور ہیں اور جن پر صدر اسلام سے اب تک چودہ سو سال کے کافہ مسلمین ومومنین دوسرے ضروریات دین کی طرح ایمان رکھتے چلے آرہے ہیں مسلمانوں میں مشہور ہیں۔

جو شخص ان چیزوں کو تو حق کہے اور ان لفظوں کا تو اقرار کرے مگر ان کے نئے معنی گھڑے مثلاً یوں کہے کہ جنت ودوزخ وحشر ونشر وثواب وعذاب سے ایسے معنی

مراد ہیں جو ان کے ظاہر الفاظ سے سمجھ میں نہیں آتے یعنی ثواب کے معنی اپنے حسنات کو دیکھ کر خوش ہونا اور عذاب، اپنے بُرے اعمال کو دیکھ کر غمگین ہونا ہیں۔ یا یہ کہ وہ روحانی لذتیں اور باطنی معنی ہیں وہ یقیناً کافر ہے کیونکہ ان امور پر قرآن پاک اور حدیث شریف میں کھلے ہوئے روشن ارشادات موجود ہیں یونہی یہ کہنا بھی یقیناً کفر ہے کہ پیغمبروں نے اپنی اپنی امتوں کے سامنے جو کلام، کلام الٰہی بتا کر پیش کیا وہ ہرگز کلام الٰہی نہ تھا بلکہ وہ سب انھیں پیغمبروں کے دلوں کے خیالات تھے جو فوارے کے پانی کی طرح انھیں کے قلوب سے جوش مار کر نکلے اور پھر انھیں کے دلوں پر نازل ہو گئے۔

یونہیں یہ کہنا کہ نہ دوزخ میں سانپ بچھو اور زنجیریں ہیں اور نہ وہ عذاب جن کا ذکر مسلمانوں میں رائج ہے نہ دوزخ کا کوئی وجود خارجی ہے بلکہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے جو کلفت روح کو ہوئی تھی بس اسی روحانی اذیت کا اعلیٰ درجہ پر محسوس ہونا اسی کا نام دوزخ اور جہنم ہیں یہ سب کفر قطعی ہے۔

یونہیں یہ سمجھنا کہ نہ جنت میں میوے ہیں نہ باغ نہ محل ہیں، نہ نہریں ہیں، نہ حوریں ہیں، نہ غلمان ہیں نہ جنت کا کوئی وجود خارجی ہے بلکہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی جو راحت روح کو ہوئی تھی بس اسی روحانی راحت کا اعلیٰ درجہ پر حاصل ہونا اسی کا نام جنت ہے یہ بھی قطعاً یقیناً کفر ہے۔

یونہیں یہ کہنا کہ اللہ عزوجل نے قرآن عظیم میں جن فرشتوں کا ذکر فرمایا ہے، نہ ان کا کوئی اصل وجود ہے نہ ان کا موجود ہونا ممکن ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ہر ہر مخلوق میں جو مختلف قسم کی قوتیں رکھی ہیں جیسے پہاڑوں کی سختی، پانی کی روانی، نباتات کی فزونی، بس انھیں قوتوں کا نام فرشتہ ہے انسان میں جو نیکی کرنے کی قوتیں ہیں بس وہی اس کے فرشتے ہیں یہ بھی بالقطع والیقین کفر ہے۔

یونہیں جن و شیاطین کے وجود کا انکار اور بدی کی قوت کا نام جن یا شیطان

رکھنا کفر ہے اور ایسے اقوال کے قائل یقیناً کافر اور اسلامی برادری سے خارج ہیں

فائدہ جلیلہ :۔ مانی ہوئی باتیں چار قسم کی ہوتی ہیں۔

ا۔ضروریات دین :۔

ان کا ثبوت قرآن عظیم یا حدیث متواتر، یا اجماع قطعی قطعیات الدلالات، واضحۃ الافادات سے ہوتا ہے جن میں نہ شبے کی گنجائش نہ تاویل کو راہ۔
اور ان کا منکر یا ان میں باطل تاویلات کا مرتکب کافر ہوتا ہے۔

۲۔ضروریات مذہب اہلسنت وجماعت :۔

ان کا ثبوت بھی دلیل قطعی سے ہوتا ہے مگر ان کے قطعی الثبوت ہونے میں ایک نوع شبہ اور تاویل کا احتمال ہوتا ہے اسی لیے ان کا منکر کافر نہیں بلکہ گمراہ بدمذہب، بددین کہلاتا ہے۔

۳۔ ثابتات محکمہ :۔

ان کے ثبوت کو دلیل ظنی کافی، جب کہ اس کا مفاد اکبر رائے ہو کہ جانب خلاف کو مطروح و مضمحل اور التفات خاص کے ناقابل بنا دے۔ اس کے ثبوت کے لیے حدیث احاد، صحیح یا حسن کافی اور قول، سواد اعظم وجمہور علماء کا سند وافی
فَاِنَّ یدَ اللّٰہِ علی الجماعۃ
ان کا منکر وضوح امر کے بعد خاطی وآثم خطار کار وگناہ گار قرار پاتا ہے، نہ بددین وگمراہ نہ کافر وخارج از اسلام۔

۴۔ ظنیات محتملہ :۔

ان کے ثبوت کے لیے ایسی دلیل ظنی بھی کافی جس نے جانب خلاف کے لیے بھی گنجائش رکھی ہو۔ ان کے منکر کو صرف مخطی وقصوروار کہا جائے گا نہ گناہ گار، چہ جائیکہ گمراہ، چہ جائیکہ کافر۔

ان میں سے ہر بات :۔ اپنے ہی مرتبے کی دلیل چاہتی ہے جو فرق مراتب نہ کرے اور ایک مرتبے کی بات کو، اس سے اعلیٰ درجہ کی دلیل مانگے وہ جاہل بیوقوف ہے یا مکار فیلسوف۔ ؎

ہر سخن وقتے و ہر نکتہ مقامے دارد

اور ؎ گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی

اور بالخصوص قرآنِ عظیم بلکہ حدیث ہی میں تصریح صریح ہونے کی تو اصلاً ضرورت نہیں حتیٰ کہ مرتبہ اعلیٰ یعنی ضروریات دین میں بھی۔

بہت باتیں ضروریات دین سے ہیں جن کا منکر یقیناً کافر مگر بالتصریح ان کا ذکر آیات واحادیث میں نہیں۔ مثلاً باری عزوجل کا جہل محال ہونا۔

قرآنِ عظیم میں اللہ عزوجل کے علم واحاطہ علم کا لاکھ جگہ ذکر ہے مگر امتناع وامکان کی بحث کہیں نہیں پھر کیا جو شخص کہے کہ واقع میں تو بے شک اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے عالم الغیب والشہادۃ ہے۔ کوئی ذرہ اس کے علم سے چھپا نہیں۔

مگر ممکن ہے کہ جاہل ہو جائے تو کیا وہ کافر نہ ہوگا کہ اس کے امکان کا سلب صریح قرآن میں مذکور نہیں۔ حاش للہ۔ ضرور کافر ہے اور جو اسے کافر نہ کہے خود کافر تو جب ضروریات دین ہی کے ہر جزیئہ کی تصریح صریح، قرآن وحدیث میں ضرور نہیں تو ان سے اتر کر اور کسی درجے کی بات پر یہ مرطرہ اپن کہ ہمیں تو قرآن ہی میں دکھاؤ ورنہ ہم نہ مانیں گے

نری جہالت ہے یا صریح ضلالت۔

مگر جنون وتعصب کا علاج کسی کے پاس نہیں۔

تو خوب کان کھول کر سن لو اور لوحِ دل پر نقش کر رکھو کہ جسے کہتا سنو، ہم اماموں کا قول نہیں جانتے ہمیں تو قرآن وحدیث چاہیے جان لو کہ یہ گمراہ ہے، اور جسے کہتا سنو کہ ہم حدیث نہیں جانتے ہمیں صرف قرآن درکار ہے سمجھ لو کہ یہ بددین، دینِ خدا کا بدخواہ ہے۔

مسلمانو! تم ان گمراہوں کی ایک نہ سنو اور جب تمہیں قرآن میں شبہ ڈالیں تم حدیث کی پناہ لو۔ اگر حدیث میں ایں وآں نکالیں تم ائمہ دین کا دامن پکڑو، اس درجے پر آکر حق وباطل صاف کھل جائے گا اور ان گمراہوں کا اٹھایا ہوا سارا غبار حق کے برستے ہوئے بادلوں سے دھل جائے گا اور اس وقت یہ ضال مضل طائفے بھاگتے نظر آئیں گے۔ كَاَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ ۙ فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ ط

(الصارم الربانی ملخصاً)

عقیدۂ عاشرہ ۱۰

شریعت وطریقت

شریعت وطریقت، دو راہیں متباین نہیں

(کہ ایک دوسرے سے جدا اور ایک دوسرے کے خلاف ہوں)

بلکہ بے اتباع شریعت، خدا تک وصول محال

شریعت تمام احکام جسم وجان وروح وقلب، وجملہ علوم الہیہ و

معارف نامتناہیہ کو جامع ہے جن میں سے ایک ایک ٹکڑے کا نام طریقت و

معرفت ہے ولہٰذا باجماع قطعی، جملہ اولیائے کرام کے تمام حقائق کو شریعت

مطہرہ پر عرض کرنا فرض ہے اگر شریعت کے مطابق ہوں، حق ومقبول ہیں ورنہ

مردود ومخذول (مطرود ونامقبول)

تو یقیناً قطعاً شریعت ہی اصل کار ہے، شریعت ہی مناط ومدار ہے شریعت ہی محک ومعیار ہے اور حق وباطل کے پرکھنے کی کسوٹی۔

شریعت راہ کو کہتے ہیں اور شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ کا ترجمہ ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی راہ۔ اور یہ قطعاً عام ومطلق ہے نہ کہ صرف چند احکام جسمانی سے خاص

یہی وہ راہ ہے کہ پانچوں وقت، ہر نماز بلکہ ہر رکعت میں اس کا مانگنا اور اس پر صبر واستقامت کی دعا کرنا ہر مسلمان پر واجب فرمایا ہے کہ "اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ"۔

ہم کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ پر چلا، ان کی شریعت پر ثابت قدم رکھ

یہ ایک طریق، طریقہ، طریقت راہ کو کہتے ہیں نہ کہ پہنچ جانے کو

تو یقیناً طریقت بھی راہ ہی کا نام ہے اب اگر وہ شریعت سے جدا ہو تو بشہادت

قرآن عظیم خدا تک نہ پہنچائے گی بلکہ شیطان تک۔

جنت تک نہ لے جائے گی بلکہ جہنم میں

کہ شریعت کے سوا سب راہوں کو قرآنِ عظیم باطل ومردود فرما چکا۔

لاجرم ضرور ہوا کہ طریقت یہی شریعت ہے اسی راہ روشن کا ٹکڑا ہے۔

اس کا اس سے جُدا ہونا محال وناسزا ہے۔

جو اسے شریعت سے جُدا جانتا ہے اسے راہ خدا سے توڑ کر راہ ابلیس مانتا ہے

مگر حاشا، طریقت حقہ راہ ابلیس نہیں قطعاً راہ خدا ہے)

نہ بندہ کسی وقت، کیسی ہی ریاضات ومجاہدات بجالائے

(کیسی ہی ریاضتوں، مجاہدوں اور چلہ کشیوں میں وقت گزارا جائے)

اس رتبہ تک پہنچے کہ

تکالیف شرع (شریعت مطہرہ کے فرامین واحکام امر ونہی)

اس سے ساقط ہو جائیں

اور اسے اسپ بے لگام وشتر بے زمام کر کے چھوڑ دیا جائے

(قرآن عظیم میں فرمایا اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ)

بے شک اسی سیدھی راہ پر میرا رب ملتا ہے

اور فرمایا وَاَنَّ ھٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْہُ وَلَاتَتَّبِعُوا السُّبُلَ الآیۃ

شروع رکوع سے احکام شریعت بیان کر کے فرماتا ہے اور اے محبوب تم فرما دو

کہ یہ شریعت میری سیدھی راہ ہے تو اس کی پیروی کرو اور اس کے سوا اور راستوں کے پیچھے

نہ لگ جاؤ کہ وہ تمھیں خدا کی راہ سے جدا کر دیں گے"۔

دیکھو قرآن عظیم نے صاف فرمادیا کہ شریعت ہی صرف وہ راہ ہے جس کا منتہا اللہ ہے۔ اور جس سے وصول الی اللہ ہے۔ اس کے سوا آدمی جو راہ چلے گا اللہ کی راہ سے دور پڑے گا"۔

طریقت میں جو کچھ منکشف ہوتا ہے، شریعت ہی کے اتباع کا صدقہ ہے ورنہ بے اتباع شرع، بڑے بڑے کشف، راہبوں، جوگیوں، سنیاسیوں کو دیے جاتے ہیں۔ پھر وہ کہاں تک لے جاتے ہیں اسی نار جحیم و عذاب الیم تک پہنچاتے ہیں [illegible]

صوفی وہ ہے کہ اپنے ہوا (اپنی خواہشوں، اپنی مرادوں)

[illegible] شرع کرے (بے اتباع شرع کسی خواہش پر نہ لگے)

نہ وہ کہ ہوا (و ہوس اور نفسانی خواہشوں)

کی خاطر، شرع سے دست بردار ہو (اور اتباع شریعت سے آزاد)

شریعت غذا ہے اور طریقت قوت

جب غذا ترک کی جائے گی قوت آپ زوال پائے گی

شریعت آئینہ ہے اور طریقت نظر (اور)

آنکھ پھوٹ کر نظر (کا باقی رہنا) غیر متصور

(عقل سلیم قبول نہیں کرتی تو شریعت مطہرہ میں کب مقبول و معتبر)

بعد از وصول (منزل)

اگر اتباع شریعت سے بے پروائی ہوتی

(اور احکام شرع کا اتباع لازم و ضرور نہ رہتا یا بندہ اس میں مختار ہوتا)

تو سید العالمین صلی اللہ علیہ وسلم اور

امام الواصلین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ

اس کے ساتھ احق ہوتے

(اور ترک بندگی و اتباع شرع کے باب میں سب سے مقدم و پیش رفت)

نہیں (یہ بات نہیں اور ہرگز نہیں)

بلکہ جس قدر قرب (حق) زیادہ ہوتا ہے

شرع کی باگیں اور زیادہ سخت ہوتی جاتی ہیں (کہ)

حسنات الابرار، سیئات المقربین ؎

نزدیکاں را بیش بود حیرانی

اور ؎

جن کے رتبے ہیں سوا، ان کو سوا مشکل ہے

آخر نہ دیکھا کہ سید المعصومین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رات، رات بھر عبادات و نوافل میں مشغول اور کار اُمت کے لیے گریاں و ملول رہتے

نماز پنجگانہ تو حضور پر فرض تھی ہی نماز تہجد کا ادا کرنا بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر لازم بلکہ فرض قرار دیا گیا جب کہ امت کے لیے وہی سنت کی سنت ہے۔

حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا گیا کہ کچھ لوگ زعم کرتے ہیں کہ احکام شریعت تو وصول کا ذریعہ تھے اور ہم واصل ہو گئے یعنی اب ہمیں شریعت کی کیا حاجت؟

فرمایا وہ سچ کہتے ہیں، واصل ضرور ہوئے، مگر کہاں تک؟ جہنم تک

چور اور زانی ایسے عقیدے والوں سے بہتر ہیں میں اگر ہزار برس جیوں تو فرائض و واجبات تو بڑی چیز ہیں۔ جو نوافل و مستحبات مقرر کر دیے ہیں بے عذر شرعی ان میں کچھ کم نہ کروں"۔

۔ تو خلق پر تمام راستے بند ہیں مگر وہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نشانِ قدم کی پیروی کرے۔ ؎

خلاف پیمبر کسے رہ گزید
کہ ہرگز بہ منزل نہ خواہد رسید

توہین شریعت کفر

(اور علمائے دینِ متین کو سب وشتم، آخرت میں فضیحت ورسوائی کا موجب)

اور اس کے دائرہ سے خروج، فسق (و نافرمانی)

صوفی (تقویٰ شعار) صادق (العمل)

عالم سنی صحیح العقیدہ پر خدا اور رسول کے فرمان (واجب الاذعان کے مطابق)

ہمیشہ یہ عقیدت رکھتا ہے کہ (یہاں اصل میں بیاض ہے)

(علمائے شرع مبین وارثان خاتم النبیین ہیں اور علوم شریعت کے نگہبان و علمبردار۔ تو ان کی تعظیم وتکریم، صاحب شریعت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم ہے اور اس پر دین کا مدار)

اور عالم متدین، خدا طلب

(خدا پرست، خدا ترس، خدا آگاہ)

ہمیشہ صوفی سے (یہاں اصل میں بیاض ہے)

(بتواضع وانکسار پیش آئے گا کہ وہ حق آگاہ اور حق کی پناہ میں ہے)

اور اسے اپنے سے افضل واکمل جانے گا (کہ وہ دنیاوی آلائشوں سے پاک ہے)

جو اعمال ایسے (صوفی صافی، حق پرست وحق آگاہ) کے

اس کی نظر میں قانونِ تقویٰ سے باہر نظر آئیں گے

(ان سے صرف نظر کرے معاملہ، عالم الغیب والشہادۃ پر چھوڑے گا بمصداق)

ایکہ جمالِ عیب خویشتنید
طعنہ بر عیب دیگراں مکنید

اے اللہ! سب کو ہدایت اور

اس پر ثبات واستقامت (ثابت قدمی)

اور اپنے محبوبوں اور سچے پکے عقیدوں پر

جہانِ گزران سے اٹھا۔ آمین یا ارحم الراحمین

اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ وَاِلَیْکَ الْمُشْتَکٰی وَاَنْتَ الْمُسْتَعَانُ

وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ

وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَی الْحَبِیْبِ الْمُصْطَفٰی وَعَلٰی آلِہِ الطَّیِّبِیْنَ

وَصَحْبِہِ الطَّاہِرِیْنَ اَجْمَعِیْنَ

سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ
وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

العبد

محمد خلیل خان القادری البرکاتی المارہروی عفی عنہ

دار العلوم "احسن البرکات" (ٹرسٹ)

حیدرآباد۔ پاکستان

۱۲ رجب المرجب ۱۴۰۱ھ مطابق ۱۷ مئی ۱۹۸۱ء

جہان حیرت

بریلی کے جواب نے علمائے رامپور کو ایک نئی صورت حال سے دو چار کردیا- سر آمد روزگار علماء میں فکر و تشویش کی ایک لہر تازہ دوڑ گئی
ریاست رامپور کے والی نواب کلب علی خان کے استفتاء کا یادگار سلف حضرت مولانا ارشاد احمد مجددی نے جواب لکھا جس کی تصدیق رامپور کے مشاہیر علماء نے فرمائی-
بریلی میں خاتم المحققین حضرت مولانا نقی علی خاں کے علم و فضل کا شہرہ بلند تھا اس فتویٰ پر آپ کے دستخط کے حصول کے لیے وہ بریلی بھیجا گیا- خلاف امید بریلی کے تحقیقی جواب نے ان حضرات کے علم و تحقیق کی بساط ہی الٹ دی-
دستی جواب لانے والے کو بلایا گیا- یہ جواب جو تم بریلی سے لائے ہو یہ خود مولانا نقی علی خاں صاحب کا لکھا ہوا تو نہیں ہے- کسی گمنام آدمی نے لکھا ہے- البتہ ان کی تصدیق ہے- لیکن یہ بتاؤ کہ آیا مولانا نے اس جواب کو یوں ہی سرسری نگاہ ڈال کر دستخط کیا تھا یا بہت غور سے پڑھا تھا پھر دستخط کیا ؟
حضور والا انہوں نے اس فتوے کو دیکھا پھر جا کر دستخط کی اور مہر لگائی-
صورت حال کی تفصیل بیان کرو ؟
جب میں رامپور سے یہ لفافہ لے کر مولانا صاحب کی خدمت میں پہونچا اور انہیں پیش کیا تو آپ نے ایک نظر دیکھ کر فرمایا کہ برابر کے کمرے میں ایک مولوی صاحب بیٹھے ہیں انہیں کو لے جاکر دے دو جو کچھ لکھنا ہوگا لکھ دیں گے- آپ کی نشاندہی پر جب میں اس کمرے میں پہونچا تو وہاں کسی مولوی صاحب کو نہ پاکر پھر واپس مولانا صاحب کی خدمت میں پہونچا اور عرض کیا ! حضور عالی اس کمرے میں تو کوئی مولوی صاحب نہیں ہیں البتہ ایک صاحبزادے تشریف فرما ہیں- آپ نے مسکراتے ہوئے فرمایا ہاں ہاں بھائی ! وہی صاحبزادے ہی مولوی صاحب ہیں آج کل اس طرح کا کام وہی کرتے ہیں-
چنانچہ آپ کی ہدایت کے مطابق میں نے جاکر یہ لفافہ انہیں پیش کیا انہوں نے اسے کھول کر ایک نظر دیکھا پھر کہنے لگے اگر آپ کو فوری جواب کی ضرورت ہے تو کچھ دیر ٹھہرنا پڑے گا- آپ باہر چل کر اطمینان سے بیٹھئے میں آپ کو بلالوں گا-
کافی دیر بعد وہ کمرہ سے نکلے اور جو کچھ انہوں نے لکھا تھا اسے مولانا نقی علی خاں کو پیش کیا- آپ نے کافی غور و خوض سے اسے ملاحظہ فرمایا اس کے بعد دستخط کرکے مہر لگائی لفافے میں بند کرکے مجھے دیا میں نے ویسے ہی آپ حضرات کی خدمت میں پیش کردیا-
ہوں ! تو گویا کہ ایک طرح سے یہ انہیں کا فتویٰ ہے-
جواب لکھنے والے نے یادگار سلف حضرت مولانا ارشاد احمد صاحب قبلہ کی کوہ پیکر شخصیت سے صرف نظر کرتے ہوئے اس بات کا بھی احساس نہیں کیا کہ ان کی حمایت و تصدیق میں سر آمد علماء کی بڑی تعداد میں دستخطیں و مہریں ثبت ہیں-

ارے بھائی ! کسی مسئلے میں علماء کا اختلاف یہ کوئی نئی بات تو نہیں- تحقیقات علمیہ کا دروازہ نہ کل بند تھا اور نہ آج ہی بند ہے- اس لئے بغیر کسی ترمیم و تنسیخ کے بعینہ یہی فتویٰ نواب صاحب تک پہونچنا چاہیے- آخر وہ بھی صاحب علم و فضل ہیں خانوادہ خیر آبادی سے نسبت تلمذ کا فخر حاصل ہے- دونوں فتووں میں جو واضح فرق ہے اسے وہ بھی تو محسوس کریں گے- ان میں کے ایک سنجیدہ عالم نے مشورہ دیا- چنانچہ کافی تامل اور غور و فکر کے بعد استفتاء اور دونوں جوابات کو نواب کے حضور پیش کردیا گیا-
نواب صاحب نے بڑے غور سے پہلے مولانا مجددی صاحب کے جواب کو ملاحظہ فرمایا- ساتھ ہی معاصر علمائے رامپور کی تصدیقات پر بھی نظر ڈالی اور ایک آسودہ سانس لی-
مگر جب انھوں نے بریلی کا جواب پڑھنا شروع کیا تو ان کے پیشانی پر بل پڑنا شروع ہو گئے- جوں جوں جواب پڑھتے گئے حیرت و استعجاب بڑھتا گیا اور جب پورا جواب پڑھ چکے تو حیرت نے اضطراب کی شکل اختیار کرلی- فوراً خادم خاص کو آواز دی- مولانا ارشاد احمد صاحب کو سلام پیش کرو اور تشریف آوری کے لیے عرض کرو-

طبیب عشق سے پوچھا زلیخا نے ، علاج اپنا
کہا واجب ہے تجھ کو صورت یوسف کا دم کرنا

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ نواب صاحب ! بندے کو آپ نے یاد فرمایا ہے ؟
وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'- خوش آمدید' مرحبا' اھلاً و سھلاً - زہے نصیب - تشریف آوری کی زحمت کے لیے معذرت خواہ ہوں-
کوئی بات نہیں' یہ تو آپ کی محبت ہے- ویسے بندے کو یاد فرمانے کی زحمت کیوں فرمائی گئی ؟
بات کچھ عجیب سی ہوگئی ہے کہتے ہوئے بھی جھجک محسوس ہوتی ہے-
بے تکلف ارشاد فرمائیں ہم جیسے درویشوں کے لیے اتنا تکلف کیوں ؟
بات کچھ یوں ہے کہ چند دن پہلے میری طرف سے آنجناب کی خدمت میں ایک استفتاء ارسال کیا گیا تھا جس کا آپ نے جواب بھی مرحمت فرمایا ساتھ ہی جلیل القدر علمائے رامپور کی تصدیقات سے وہ فتویٰ مزین بھی تھا- مزید تصدیق کے لیے میری خواہش کے مطابق اسے بریلی بھی بھیجا گیا- مولانا نقی علی صاحب کی بلند پایہ شخصیت کی اہمیت کے پیش نظر ایسا کیا گیا کہ ان کی جلالت علمی ایک امر مسلم ہے-
بے شک مولانا نقی علی خان ایک بے پناہ علمی شخصیت کے حامل عالم باعمل اور ایک سچے عاشق رسول ﷺ بزرگ ہیں ہندوستان میں ابھی ان جیسے بزرگوں کا دم بہت غنیمت ہے- یہ وہ لوگ ہیں جو اسلاف کے سچے یادگار ہیں-
لیکن حضور والا ! وہاں کے جواب نے تو ایک نئی صورت حال سے دوچار کردیا ہے- خود ہی ملاحظہ فرمالیں- یہ کہہ کر استفتاء مع جوابات سامنے رکھدیا- استفتاء اور بریلی کے جواب کو حضرت مولانا نے بڑی گہری نظروں سے ملاحظہ فرمایا-

پھر ایک آسودہ سانس لیتے ہوئے فرمایا- نواب صاحب فتویٰ وہی صحیح ہے جو بریلی سے لکھ کر آیا ہے-

- آپ کیا فرمارہے ہیں ؟ بڑی حیرت ہورہی ہے کہیں کسر نفسی سے تو کام نہیں لے رہے ہیں آپ ؟

- یہ کسر نفسی نہیں بلکہ فراخدلی کے ساتھ اظہار حقیقت ہے فتویٰ نویس مولانا احمد رضا خاں کے نام سے کان آشنا تو نہیں لیکن انکی بلند پایہ تحقیقات علمی سے انکار ممکن نہیں اس پر مستزاد مولانا نقی علی خاں سلمہ کی تصدیق نے اس تحقیق کو اعتبار کی اعلیٰ ترین سند عطا فرمادی ہے-

لیکن حضور کے جلالت علمی کا آفتاب بھی اپنی جگہ پر مسلم ہے- یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ جس کی بارگاہ فضل و کمال سے لوگ اپنی تحقیقات کو اعتبار کی سند سے مزین کریں- جس کی علمی عظمتوں کے شکوہوں کے سامنے جانے کتنی گردنیں خم ہوں کیا یہ بات عجیب نہیں کہ اس کی علمی تحقیق ایک گمنام مولوی کی تحقیق سے فروتر ہو-

قبلہ نواب صاحب ! آپ تو ذی علم آدمی ہیں- مستزاد برآں خیر آبادی خانوادے سے نسبت تلمذ کا شرف بھی آپ کو حاصل ہے- کیاالانسان مرکب من الخطاء والنسیان ایک ٹھوس حقیقت نہیں' میں بھی ایک انسان ہوں' خطا چوک مجھ سے بھی ہو سکتی ہے- چلئے آپ سے چوک ہوگئی ..... مگر' آپ کے جواب پر تصدیق کے لئے جو یہ نامی گرامی علمائے کرام کے ناموں کی ایک طویل فہرست مع مواہیر ثبت ہے- کیا ان سب سے اجتماعی غلطیاں سرزد ہوئیں ؟

ان حضرات نے دستخط کرتے وقت اپنی تحقیقات و معلومات سے زیادہ اعتماد میری ذات پر کیا کہ ارشاد احمد مجددی نے جو کچھ لکھ دیا ہے وہ صحیح ہی ہوگا- ان سے اجتماعی خطا میری علمی قدر و شہرت پر اعتبار کرنے کی وجہ سے ہوئی- جبکہ مولانا احمد رضا خاں سلمہ نے میری شہرت سے زیادہ اپنی ذات پر اعتماد کیاجو کسی بھی ذمہ دار شخصیت کے لئے ناگزیر ہے- مجھے خوشی ہے کہ مولانا احمد رضا خاں نے اعتبار کے اس پرانے پیمانے کو توڑ کر تحقیق کی لاج رکھ لی اور اس جرات اظہار ضرورت پر مولانا نقی علی خاں جیسی بزرگ شخصیت نے حوصلہ افزائی کی مہر لگادی اور یہی ہونا چاہئے

تمہیں نے جرات اظہار شوق دی ورنہ
مجال کیا تھی ہماری کہ آرزو کرتے

حضور والا ! اس حقیقت پسندانہ جرات اظہار پر میری طرف سے مبارکباد قبول فرمائیں' اپنی کسی چوک کو اور وہ بھی اپنے چھوٹوں کے مقابلے میں بطیب خاطر قبول کرلینا یہ آپ کی بڑائی ہے آپ کی قدر اور احترام میرے دل میں اور بڑھ گیا ہے- مولیٰ عزوجل آپ کے سایہ عاطفت کو تادیر ہم پر سلامت رکھے-

• آپ کے اس فراخدلانہ اور انتہائی جرات مندانہ اظہار حقیقت اور ایک گمنام آدمی کی بلند پایہ تحقیقات کو ایسے انداز میں سند اعتبار نے میری آتش شوق کو ہوا دے دی ہے کہ ایسی علمی شخصیتوں سے تعارف اور ان کا نیاز حاصل کیا جائے-

وحشتیں بڑھتی گئیں میرا جنون تازہ ہوا
اب کسی کی یاد کی شدت کا اندازہ ہوا

بے حد قریبی رشتہ دار کے ذریعہ جب نواب رامپور کا دعوت نامہ مولانا احمد رضا خاں کو ملا تو آپ والد محترم کی اجازت سے رامپور تشریف لائے-

نواب نے والہانہ پذیرائی کی کمسنی اور چہرے زیبا پر آغاز سبزہ دیکھ کر تحیر خیز مسرت کے ساتھ مرحبا کہا- اور بڑی محبت کے ساتھ اپنی پلنگڑی پر بٹھالیا- لوازمات میزبانی کے بعد نواب صاحب نے کہنا شروع کیا- ماشاء اللہ ' سبحان اللہ ! اس کمسنی کے عالم میں فقہ میں درک و دینیات میں جو کمال آپ نے حاصل کیا ہے- اس پر وقت کی بے گراں علمی شخصیتوں نے آپ کی تحقیقات علمیہ کو اعتبار کی سند بھی مرحمت فرمادی ہے- یہ بہت بڑی بات اور تاریخی نوادرات سے ہے-

یہ اس محسن کا آغاز شباب تھا جس کا وجود بامسعود اصحاب فضل و کمال کی تاریخ میں ایک جہان حیرت ثابت ہوا-

کائنات ارضی کبھی اہل کمال سے خالی نہیں رہی ارسطو' افلاطون' سقراط' فارابی' البیرونی' ابن سینا' ابن رشد' نیوٹن' کیپلر' گیلیو' غزالی' رومی' رازی' خیام وغیرہ یہ وہ لوگ ہیں' جن کے ذکر سے تاریخ کی زلفیں سنواری گئیں اور خود یہ لوگ انسانی تاریخ' تہذیب انسانی' انسانی تمدن' انسانی معاشرہ' سیاست مدن' فنون ارتقاء اور تہذیب الاخلاق پر بایں طور پر انداز ہوئے کہ آج تک ان کے نقوش سے تاریخ کے صفحات فروزاں ہیں-

کچھ نقش تری یادوں کے باقی ہیں ابھی تک
دل بے سرو ساماں سہی ویراں نہیں ہے

مگر چودھویں صدی ہجری کی ابتداء ہی میں برصغیر ہند سے تاریخ کی سطح پر ایک ایسا نام مطلع انوار بن کر ابھرا جو علماء' فقہاء' عقلاء' حکماء' فلاسفہ اور متکلمین کی فہرست میں اپنا بلند' نمایاں اور ممتاز مقام حاصل کر کے گل سر سبد بنتا ہے-

اس کی ذات ستودہ صفات سے علوم و حقائق کے اتنے سوتے پھوٹے جن سے فکر و آگہی کے ہر شعبے سیراب ہوئے' منقولات و معقولات میں ایسے حیرت ناک کارنامے انجام دیئے کہ جن کا صرف تصور ہی کیا جاسکتا ہے- علماء' محققین' فقہاء و محدثین کے لئے وہ کہ آرزو تو تھے ہی- دور جدید کے دانشوروں' فلاسفیوں اور سائنس دانوں کے لئے ان کے پیکر ں کا معقولاتی پہلو کم حیرت ناک نہیں اپنی تصنیفات میں نظریہ کشش ثقل' نظریہ اضافیت' نظریہ حرکت زمین پر جب فاضلانہ بحث کرتے ہوئے اپنا موقف ثابت کرتے ہیں تو وجدان پکار اٹھتا ہے کہ-

اک دانش نورانی اک دانش برہانی
ہے دانش برہانی حیرت کی فراوانی

اور جب قدیم و جدید فلسفیوں کی طرف رخ کرتے ہوئے فلاسفیوں اور سائنس دانوں کی تحقیقات و تخلیقات کا ناقدانہ جائزہ لے کر ان کی علمی گرفتیں کرتے ہیں- مثلاً ابن سینا'

شہرستانی' نظام معتزلہ' نجم الدین علی ابن محمد القزوینی' شمس الدین محمد بن مبارک' میرک بخاری' امام غزالی' عبدالرحمن بن احمد الایجی' سعد الدین بن مسعود محمد تفتازانی' نصیر الدین بن جعفر بن محمد طوسی' عبداللہ بن عمر بیضاوی' ملا محمد جون پوری' آئیزک نیوٹن' البرٹ آئن اسٹائن وغیرہ وغیرہ۔ تو ایک منصف مزاج صاحب بصیرت انسان پکار اٹھتا ہے ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء بغیر حساب۔

جس سمت آگئے ہو سکے بٹھا دیے ہیں

ہندوستان کے مشہور شہر بریلی (روہیل کھنڈ) میں اللہ تعالیٰ نے اس رجل عظیم کو پیدا کیا کہ جس کے علمی کارنامے پر ارباب علم و دانش کی تاریخ حیران ہے۔ آپ نسباً پٹھان (یوسف زئی)' مذہباً سنی' مسلکاً حنفی' مشرباً قادری تھے۔ شہر بریلی کے ایک خوش حال' متمول اور علمی گھرانے میں ۱۰ شوال المکرم ۱۲۷۲ھ مطابق ۱۴ جون ۱۸۵۶ء میں پیدا ہوئے۔

اے آمدنت باعث آبادی ما
ذکر بود زمزمہ شادی ما

آپ کا اسم گرامی محمد 'تاریخی نام المختار اور جد محترم مولانا رضا علی خان نے احمد رضا رکھا اور اسی نام سے مشہور بھی ہوئے۔ آگے چل کر اپنے نام کے ساتھ بالالتزام عبدالمصطفیٰ لکھنا شروع کیا اور اس نسبت غلامی اور ادائے محبت کو تاحیات برقرار رکھا۔ شعر و سخن میں اپنا تخلص رضا اختیار کیا۔

احمد ہندی رضا ابن نقی ابن رضا

علوم عقلیہ و نقلیہ کے تحصیل کا یہ عالم کہ چار سال کی عمر میں ناظرہ قرآن مجید ختم کیا۔ آٹھ سال کی عمر میں درس نظامی کی مشہور کتاب ہدایۃ النحو کی شرح لکھی۔ دس سال کی عمر میں مسلم الثبوت پر حاشیہ لکھا۔ چودہ سال کی عمر میں اپنے والد گرامی حضرت مولانا نقی علی خاں صاحب قبلہ سے جملہ علوم عقلیہ و نقلیہ حاصل کرکے دستار فضیلت سے سرفراز ہوئے۔ اسی سال دارالافتاء کی ذمہ داری سپرد کی گئی۔ ۲۲ سال کی عمر میں اپنے والد ماجد کے ہمراہ آفتاب شریعت و طریقت حضرت مولانا سید آل رسول مارہروی سے شرف بیعت حاصل کیا۔ اور اسی وقت مرشد کامل نے اجازت و خلافت اور توجہ اتحادی سے سرفراز فرمایا۔

۱۲۹۶ھ مطابق ۱۸۷۸ء والد ماجد کے ہمراہ حج بیت اللہ و زیارت نبوی کے لئے حاضر ہوئے یہی وہ مبارک سفر تھا جس میں آپ کے علم و فضل کا آفتاب پورے طور پر چمکا' عرب و عجم' حل و حرم' مصر و حجاز' بلاد مغرب بالخصوص حرمین طیبین کے بزرگ ترین علماء و مشائخ نے آپ کو ہاتھوں ہاتھ لیا۔ اور احترام و عقیدت سے اپنی اپنی گردنیں جھکا دیں پھر اجازت و خلافت اور سندوں کے حصول کا جلد نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہوگیا۔

اسی مبارک سفر میں علماء مکہ معظمہ کی گذارش پر علم غیب رسول محترم ﷺ کے تعلق - ایک عظیم اور تاریخی کتاب بخار کے عالم میں ساڑھے آٹھ گھنٹوں میں الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ عالم وجود میں آئی جس نے علمائے حرمین طیبین کو انگشت بدنداں کر دیا۔

مصطفیٰ جان رحمت ﷺ کے علوم پر ایسے شہ پارے و گوہر ہائے آبدار سامنے آئے جس نے حرمین طیبین کے جلیل القدر علماء و مشائخ کو حیرت زدہ کر دیا۔

علمائے حجاز نے جس قدر و منزلت' عقیدت و محبت' عزت و احترام کا عظیم الشان مظاہرہ کیا۔ اس کی کوئی دوسری مثال اس عہد سے لے کر آج تک دیکھنے اور سننے میں نہیں آئی۔ جس کا اندازہ حسام الحرمین' اور الدولۃ المکیہ پر لکھی جانے والے تقریظوں سے ہوتا ہے اس سفر میں محافظ کتب خانہ حرم حضرت علامہ سید اسمٰعیل خلیل مکی نے آپ کو چودھویں صدی کے مجدد کا خطاب دیا۔

تفقہ فی الدین کا یہ عالم کہ تقریباً بارہ ہزار صفحات پر مشتمل بارہ ضخیم جلدوں میں فتاویٰ رضویہ کی صورت ہمارے سامنے موجود ہے نیز علمائے حرم کے استفسار پر الکفل الفقیہ الفاهم فی احکام قرطاس الدراهم (زبان عربی)' دو ضخیم جلدوں میں جد الممتار کا حاشیہ رد المحتار (زبان عربی) میں سواد اعظم اہل سنت و جماعت کو عطا فرما کر اپنی فقہی بصیرت کا اعلیٰ ترین نمونہ پیش کیا جس پر فقیہان اسلام کو حیرت و استعجاب بھی ہے اور فرحت و مسرت بھی۔

عربی زبان میں آپ کے فتاویٰ کے صرف چند اوراق دیکھ کر مکہ شریف کے عالم جلیل مولانا سید اسمٰعیل خلیل بے ساختہ پکار اٹھے۔ واللہ اقول والحق اقول انہ لوراٰها ابو حنیفہ النعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ لاقرت عینہ ولجعل مولفها من جملۃ الاحباب بخدا میں بالکل سچ کہتا ہوں کہ اگر حضرت امام اعظم ابو حنیفہ اس فتویٰ کو ملاحظہ فرماتے تو آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں اور صاحب فتویٰ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کو اپنے شاگردوں میں شامل کر لیتے۔

یوں تو آپ کی پوری زندگی کارناموں سے عبارت ہے ہر لحظہ ہر آن کارنامے ہی کارنامے! گویاع

ہر آن نیا طور نئی برق تجلی

ہمہ دانی' ہمہ جہتی' مذہبی' سیاسی' علمی' فقہی اور مجددانہ کارنامے! جو اپنی وسعت' تنوع مضامین کی بلندی' ندرت فکر اور تعداد کی کثرت کے لحاظ سے ایک پوری اکیڈمی کی صد سالہ خدمات پر بھاری ہیں' ایک متحرک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کا جو کام تھا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے تنہا انجام دے کر اپنی ہمہ گیر و ہمہ صفت' جامع و تابندہ شخصیت کے انمٹ نقوش چھوڑے وہ کون سا موضوع اور کون سا فن ہے؟ جو اس عبقری الشرق کے رواں و سیال قلم سے سیراب نہیں ہوا۔

تفسیر' حدیث' اصول حدیث' فقہ' اصول فقہ' لغت' فرائض' کلام' عقائد' تجوید' تصوف' اذکار' اوفاق اخلاق' تعبیر' تاریخ' سیر' مناقب' فضائل' اسماء الرجال' جرح و تعدیل' نحو' صرف' منطق' ادب' زیجات' جبر و مقابلہ' جفر و تکسیر' مثلث ارثما طیقی' لوگارثم' فلسفہ' ریاضی' ہندسہ' حساب' نجوم' توقیت زرش انسانی فضل و کمال کے پیکر مجسم نے جس سمت رخ کیا علوم و آگہی اور معارف و حقائق کے چشمے ابلنے لگے۔ یہ ان کی عظیم ترعلمیت کی گیرائی و گہرائی ہی تو ہے کہ آج ایشیا سے لے کر یورپ اور افریقہ سے لے کر براعظم امریکہ تک جدید علمی دانش کدے آپ کی

طرف رواں دواں ہو چکے ہیں۔

برصغیر ہندو پاک میں پٹنہ یونیورسٹی' مسلم یونیورسٹی' علی گڑھ جبل یونیورسٹی' کراچی یونیورسٹی' سندھ یونیورسٹی' پنجاب یونیورسٹی - افریقہ میں ڈربن یونیورسٹی- یورپ میں نیو کاسل یونیورسٹی' لندن یونیورسٹی' لیڈن یونیورسٹی- امریکا میں برکلے یونیورسٹی' کولمبیا یونیورسٹی- یہ وہ جدید علمی دانش گاہیں ہیں- جہاں پر امام احمد رضا بریلوی کے منقولاتی و معقولاتی پہلو پر کسی نہ کسی انداز میں کام ہوا اور ہو رہا ہے-

بے ہودہ گوئی و ہرزہ سرائی و بدنام کرنے کے تمام قبیح ہتھکنڈوں کے باوجود آپ کے علم و فضل کا آفتاب پوری علمی تمازت کے ساتھ جگمگا رہا ہے اور کائنات بھر کے دانشوروں کو دعوت نظارہ دے رہا ہے-

اس قدر ہم نے مٹائے تیری یادوں کے نقوش
دل بے تاب نے اتنا ہی تجھے یاد کیا

آپ کے تمام کارناموں میں ایک بڑا کارنامہ ترجمہ قرآن پاک کنز الایمان ہے جسے ۱۳۳۰ھ مطابق ۱۹۱۱ء میں محبت رسول میں ڈوب کر' علم و ادب اور عشق و محبت کا شاہکار بنا دیا جس سے سواد اعظم اہل سنت و جماعت کی آنکھیں ٹھنڈی' جگر تازے اور جانیں سیراب ہوئیں ایمان کو نئی حلاوت اور زبان کو ادب کی نئی چاشنی ملی اور ساتھ ہی بصد ناز اردوئے معلیٰ بھی جھوم اٹھی-

خندہ گل جنبش لب بوئے گل تقریر ہے

اس شہید محبت اور کشتہ تیغ نگاہ مصطفیٰ نے جس انداز محبت میں آنکھیں بند کر کے یہ ترجمہ محبت اہل محبت کو دیا ہے- وہ داستان محبت بھی بڑی عجیب ہے-

الٹی ہی چال چلتے ہیں دیوان گان عشق
آنکھوں کو بند کرتے ہیں دیدار کے لئے

تراجم کے ان ہجوم میں جو فضیلت و برتری اور شان امتیاز ترجمہ پاک کنز الایمان کو حاصل ہے وہ اہل علم' اہل ذوق' اہل ادب' اہل محبت پر اظہر من الشمس ہے-

کسی بھی زبان کے لب و لہجہ حسن بیان 'اسالیب بلاغت کو جس حد تک ترجمہ میں سمویا جا سکتا ہے- عروج کی اس انتہاء پر کنز الایمان کی انفرادیت اپنی مثال آپ ہے-

یوں تو کہنے کو اردو زبان میں ترجمے بہت ہیں مگر ایسا ترجمہ قرآن جو صرف قرآن سے کیا گیا ہو' جو میزان عشق پر تلا ہو' جس کے ہر نازک مقام پر ادب و احتیاط' حزم و اتقاء' فکر و دانش' حرمت و تعظیم کے ساتھ ہی سرچشمہ محبت ہی محبت ہو- وہ صرف مجدد اعظم سیدنا امام احمد رضا بریلوی کا ترجمہ کردہ قرآن مجید (کنز الایمان) ہے-

جس طرح قرآن کی فصاحت و بلاغت' لسانیات عرب کا سب سے قیمتی سرمایہ ہے- یوں ہی اردو تراجم میں کنز الایمان اردو ادب کا در شاہوار ہے- اسی برس کا طویل عرصہ اردو ادب کو کہاں سے کہاں لے گیا- اس عرصے میں نمایاں ترقی کی طرف اردو ادب نے نہ صرف تیزی کا مظاہرہ بلکہ بلندی کی طرف جانے میں جست لگائی ہے بیسویں صدی کے نصف آخر کو اردو ترقی کا